تم آؤ تو عید کریں

پاک سوسائٹی
ڈاٹ کام

نبیلہ ابر راجہ

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

نبیلہ ابر راجہ

اب تم آؤ تو عید کریں

برس جا رے بادل برس جا
یہ پیاس مجھے کر دے نہ کہیں پاگل
برس جا رے بادل برس جا

تیسری بار یہ گانا ریواسنڈ ہوا تھا۔ برستی بارش میں ہر طرف بے فکری تھی۔ کچن سے بڑی سوندھی سوندھی خوشبوئیں باہر تک آرہی تھیں۔ لوحر سب نے ہڑبازی مچائی ہوئی تھی۔ انبساط کین کی کرسی پہ بیٹھی ہاتھوں کے پیالے میں چہرا ٹکائے ان سے تقریباً بے نیاز سی تھی۔ ڈیک فل والیوم میں چل رہا تھا۔ چیختے

ناولٹ

کھیلتے شرارتیں کرتے موسم کا مزا لیتے یہ سب خوشحال خاندان کے بے فکر لڑکے لڑکیاں تھیں۔

انبساط کا ذہن اپنے پرسکون سے گھر میں رہنے والوں میں الجھا ہوا تھا۔

"روانہ نے یقیناً ناولز ہاتھ میں تھاما ہو گا اور عدنان کو اندر باہر آنے سے سو باتیں سنا رہی ہوگی۔ اور امی عدنان کو روانہ کو تنگ کرنے کی وجہ سے ڈانٹ رہی ہوں گی۔ بھائی جان آفس سے نہیں آئے ہوں گے۔ بھابھی موسم کا مزا لے رہی ہوں گی بھائی جان آفس سے واپسی پہ ضرور کوئی چیٹ پٹی چیز لائیں گے۔ روانہ کی فرمائش جو ہوگی۔ بھابھی نے پکوڑے اور آلو چنے کی چاٹ کے ساتھ پودینے اور انار والے کی چٹنی بھی بنائی ہوگی۔ اس گھر میں کتنا سکون ہو گا اور یہاں........"

وہ سوچتے سوچتے ہوش میں آئی۔

جرار اور باقی سب فٹ بال کھیل رہے تھے۔ اس نے بڑی جلتی نگاہ سے جرار کو دیکھا۔

"اتنا میچور ہو کر بلاّ ہو کر رہا ہے اور ان شتر بے مہار لڑکیوں کو دیکھو کیسے دوپٹے گلے میں ڈالے اچھل رہی ہیں کپڑے بھیگ کر جسم سے چپکے ہوئے ہیں اور ذرا بھی بڑوں کا خیال نہیں۔ بڑوں کا تو اللہ حافظ ہے۔ ان کی ناک کے نیچے یہ سب ہو رہا ہے۔ مجال ہے جو کچھ بول جائیں۔ کھلی چھٹی دے رکھی ہے۔ قیامت کے دن اللہ پکڑے گا۔" وہ منہ ہی منہ میں بڑبڑائی۔ دو تین بار اریبہ، نجوٰی اور کول نے اسے بھی کھیلنے کی دعوت دی پر وہ سنی ان سنی کر گئی۔ بارش پہلے سے بھی تیز ہو گئی تھی۔ ساتھ ہی جرار کی شوخی میں بھی اضافہ ہو گیا۔ کچھ ایسی ہی حالت اسامہ کی بھی تھی۔ جس کی منگیتر اور کزن لاہور سے آئی ہوئی تھی۔

چھٹیوں میں دوسرے شہروں میں رہنے والے لوگ بھی ان کے ہاں جمع ہوتے تو میلہ سا لگ جاتا تھا۔ یہ ان کے گھرانے کی برسوں پرانی روایت تھی جو ابھی تک سلامت تھی۔ انبساط کچھ عرصے پہلے ہی بیاہ کر آئی تھی اور اس کے ہوتے یہ سب پہلی بار آئے تھے۔ اسامہ کی منگیتر نزل، جرار کے ماموں اور خالہ، بڑی بھابھی کی پھوپھو، جرار کی دونوں شادی شدہ بہنیں ان کے شوہر حضرات، اور دور پرے کے کزنز وغیرہ بھی آئے ہوئے تھے اور گھر میں بہت رونق تھی۔

باورچی خانے کے اکثر امور فاطمہ سرانجام دیتی تھی جو عرف عام میں اماں فاطمہ کہلاتی تھی۔ جرار کی دونوں

www.paksociety.com

WWW.PAKSOCIETY.COM

بھنوں، سارا اور عظمی کو کھانے پکانے سے کافی لگاؤ تھا وہ بھی اماں فاطمہ کے ساتھ ساتھ لگی رہتیں کیونکہ فیاضی کھانے پکانا اکیلی اماں فاطمہ کے بس کا کام نہیں تھا۔

ان کے ساتھ انبساط بھی شامل ہو جاتی۔ ویسے بھی شادی کے کچھ عرصے بعد ہی اس نے اپنی ذمہ داریاں سنبھال لی تھیں۔ ان کے خاندان کی لڑکیاں گھر چلانے کے لئے آئیڈیل تصور کی جاتی تھیں۔ اور شادی کے وقت انبساط کو بھی بطور خاص اسی قسم کی نصیحتیں کی گئی تھیں۔

اس بات کا اسے اچھی طرح احساس تھا چنانچہ اماں فاطمہ کے ساتھ اس نے بھی ہاتھ بٹانا شروع کر رکھا تھا۔ آج بھی وہ کچن میں تاکہ پکوڑے تلنے اور پکوڑیاں بنانے میں ان کی مدد کرے مگر انہوں نے زبردستی اسے باہر بھیج دیا کیونکہ سب موسم انجوائے کر رہے تھے۔

اس نے باہر آکر سب کے ساتھ شامل ہونے کے بجائے برآمدے میں پڑی کین کی کرسی سنبھال لی تھی۔

بھیگی بھیگی راتیں
یہ بھیگا سماں
یہ بارش پکی ہے جاں جہاں
اسامہ گٹار پہ گنگنا رہا تھا۔

انبساط کو اتنے سستے اور گھٹیا انداز میں جذبات کا اظہار کبھی بھی پسند نہیں رہا تھا۔ کم سے کم اس کے نزدیک یہ سب فضول تھا۔

عائشہ ظہر کی نماز پڑھ کر باہر نکلی۔ انبساط اکیلی بیٹھی تھی۔ انہوں نے بغور اپنی چھوٹی بہو کو دیکھا۔ اس کی متانت، سنجیدگی اور باوقار انداز کی وہ دل سے قائل تھیں۔

تب ہی تو انتہائی قلیل وقت میں اس نے عائشہ بیگم کو اپنا گرویدہ کر لیا تھا۔ کچھ ایسا ہی حال اس کے سسر احسان درانی کا بھی تھا۔

"کیا بات ہے کیا سوچا جا رہا ہے۔" انہوں نے دوسری کرسی سنبھالتے ہوئے بغور اسے دیکھا۔ تو وہ سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔

"کچھ نہیں بس قدرت کی خوبصورتی کو دل میں سراہ رہی تھی۔" وہ ہولے سے مسکائی۔

"بہت خوب تم اکیلی یہاں بیٹھی ہو اور ان سب کو دیکھو کتنے بے فکر ہیں۔" ان کے لہجے میں محبت ہی محبت تھی جو باوجود شائستہ ادکا کر رہ گئی۔

ان کے سامنے وہ حقیقت پسندی کا اظہار نہیں کر سکتی تھی۔ ابھی شادی کو عرصہ ہی کتنا ہوا تھا۔ پھر نئے لوگ اور نئی جگہ تھی وہ ابھی تک سب کے مزاج سے پوری طرح آگاہ نہیں ہوئی تھی۔

"ویسے بھی اپنے جرار کے لئے میں نے تمہارے جیسی ہی لڑکی کا تصور کیا تھا جو اسے تیر کی طرح سیدھا کر دے۔" عائشہ کے انداز میں بے ساختگی سادگی اور شرارت کا تاثر بیک وقت موجود تھا۔ وہ اسے جرار کے بچپن اور جوانی کے قصے سنانے لگیں۔ جس میں اسے دلچسپی نہیں تھی۔ پر وہ بے زاری دکھانے کا خطرہ مول نہیں لے سکتی تھی۔

وہ دھائی اور پہلے ہی تو امی، ابو، بھائی، بھتیجیں، ریحانہ اور بھابھی سب اس کی شادی پہ کتنا خوش تھے۔ بہو کو بڑا مان تھا اس کی سمجھداری پہ تو امی کو اپنی تربیت پہ بھروسہ تھا۔ جرار کے رشتے پہ سب ہی خوش اور مطمئن تھے کیسا سکون اور اطمینان تھا ان کے چہرے پہ جب اس نے رشتے کے لیے ہاں کی تھی۔ اس کی ذات سرخرو ٹھہری تھی اور یہ بات ان کے لیے کافی پر اطمینان تھی۔

عائشہ کسی کام سے اٹھ کر اندر چلی گئی تھیں۔

اسامہ بولی کولان میں گرائے فریزبی چھینے کے تگ و دو کر رہا تھا۔ اس کی نگاہ بار بار ادھر اٹھ رہی تھی۔ جرار نے ہوشیاری کا مظاہرہ کرتے ہوئے فریزبی چھین لی اس کا رخ انبساط کی جانب تھا۔

"دیکھو تو موسم تمہاری طرح آفت ہو رہا ہے۔ آؤ نا۔"

شرارت اس کی آنکھوں سے جھانک رہی تھی۔

"بے شک ہو موسم آفت میں ادھر ہی ٹھیک ہوں۔"

سب کی موجودگی کے خیال سے وہ نروس سی ہو گئی کیونکہ جرار یہیں اس کے سامنے کھڑا تھا ہار نہ ماننے کا تہیہ کیے ہوئے۔

"میں اندر جا رہی ہوں اور بھی کام ہیں۔" وہ کافی رکھائی سے بولتی منظر سے ہٹی۔

کافی دیر بعد وہ باہر آئی تو پتا چلا کہ سب لانگ ڈرائیو گئے ہوئے ہیں اسے ایک منٹ کے لیے افسوس سا ہوا کہ مجھے کسی نے پوچھا تک نہیں، پھر خود ہی اس نے دل کو تسلی دی۔

"میں کون سا فٹ کراتی ہوں۔" ایک تلخ سی مسکراہٹ نے اس کے لبوں کا احاطہ کیا۔

☼ ☼ ☼

مغرب کے بعد میں نوجوان ٹولی کی واپسی ہوئی۔

انبساط نے لڑکیوں کے بھیگے بھیگے جسم سے چپکے کپڑے دیکھ کر استغفار پڑھی۔ غزل نے اس کے سامنے دوپٹہ از سر نو جھٹکا اور اوڑھا۔ یکی حال اریبہ اور لائبہ کا بھی تھا جو لاپروائی اور بے نیازی کا چلتا پھرتا اشتہار ہوئی تھیں۔ بھلا کس نے دیکھ کر لطف نہیں لیا ہو گا۔ لانگ ڈرائیو کا شوق اور جوانی کا جوش عجیب سا تھا۔ اس لیے گیلے کپڑوں کا کوئی ہوش ہی نہیں تھا۔ مگر انبساط کا خیال ہی تھا کیونکہ انہوں نے پہلے کپڑے بدلے۔ غزل اور اریبہ کو تو اب سردی لگ رہی تھی۔ ان دونوں نے گرم گرم چائے بنوا کر پی۔

"وہ گلابی حسینہ غضب کی تھی کیا رعنائی تھی اس کے لیے بال بھی خوب تھے اور بارش میں قیامت لگ رہی تھی۔" جرار نے باآواز بھرپور اور لوفرانہ انداز میں آنکھ دبائی اسامہ نے انبساط کی طرف توجہ دلائی جو فلور کشن پہ بیٹھی پڑھ رہی تھی۔ اس کے ایم ایس سی کا فائنل ایئر تھا لیکن شادی اور جرار کی ضد کی وجہ سے وہ فائنل ایئر ادھورا نہیں چھوڑ سکتی تھی سو اس کا ارادہ تیاری کے بعد پنڈی جا کے ایگزام دینے کا تھا۔ اس سلسلے میں اسے عائشہ اور احسان صاحب کی فل سپورٹ حاصل تھی۔ جو ہی موقع ملتا وہ کتابیں کھول لیتی کیونکہ شادی کے بعد اس کی توجہ تقسیم ہو گئی تھی اور کوشش کے باوجود بھی وہ پڑھ نہیں پاتی تھی۔ اس کی یونیورسٹی فیلو نوشابہ اور رابعہ اس کی بھرپور مدد کر رہی تھیں۔ ساتھ ساتھ نوٹس بھی بھجواتی رہتیں شادی کے بعد وہ صرف دوبار میکے گئی تھی وہ بھی ایک ایک دن کے لیے۔

اب اس کا ارادہ کم سے کم پندرہ سولہ دن جا کر قیام کرنے کا تھا۔ ساتھ ساتھ نوشابہ اور رابعہ سے مدد بھی لینی تھی۔ یونیورسٹی حال ہی میں گرمیوں کی چھٹیوں کی وجہ سے بند ہوئی تھی۔ وہ گھر والوں کو مس کر رہی تھی۔ اگر ابھی یہ سب مہمان نہ آئے ہوتے تو وہ چلی جاتی امی کی طرف۔ مگر جب تک یہ سب یہاں تھے ایسا سوچنا بھی محال تھا۔

جرار اسے زچ کرنے کے لیے تیار ہو چکا تھا۔ بڑے آرام سے کتاب اس کے ہاتھ سے لی اور اپنا سر اس کی گود میں رکھتے ہوئے غزل گنگنانے لگا۔

"میرا خیال ہے کچھ تھکن کم ہو جائے گی۔" وہ اس طرح ری ایکٹ کر رہا تھا جیسے ان دونوں کے علاوہ یہاں اور

خواتین ڈائجسٹ
کی طرف سے
بہنوں کے لیے ایک اور ناول
زخم کو ضد تھی مسیحائی سے
فوزیہ یاسمین
قیمت ــــــ 250/ روپے
منگوانے کا پتہ
مکتبہ عمران ڈائجسٹ
37۔ اردو بازار، کراچی۔

www.paksociety.com

WWW.PAKSOCIETY.COM

کوئی نہیں ہے۔ اس کی یہی بے باکی انبساط کا دل جلاتی تھی نہ جانے وہ سب کے سامنے کس وقت کیا کہہ دے۔ غزل شرارت سے کھانسی اریبہ اور کومل نے نظر انداز کر دیا کیونکہ وہ جرار کے مزاج سے اچھی طرح واقف تھیں۔

"یہ خدمت اپنے کمرے میں لیا کرو۔" غزل نے دوستانہ مشورہ دیا۔

"ڈر کیا ہے میری جائز شرعی بیوی ہے اور کمرے میں تو ان کی کتابیں ہوتی ہیں۔ پورے بیڈ پہ۔ اور مجھ غریب کے کیا جرأت جو خدمت لوں اس باغی حسینہ سے۔" وہ مکمل فارم میں تھا اور انبساط اس کی بے باکی پہ لال ہو گئی۔

بمشکل تمام وہ اس کا سر ہٹا کر وہاں سے نکلی تو رونا سا آگیا۔ پہلے تو پھر بھی کسی حد تک وہ اپنے جامے میں ہی رہتا تھا پر جب سے غزل آئی تھی اس کی جرأت اور گستاخیوں کو زبان مل گئی تھی۔

بارش کھل کے برس رہی تھی۔ انبساط کا موڈ خوامخواہ ہی آف سا ہو گیا۔ ...... اس کا دل اداس سا تھا۔ رات کا کھانا اس نے فاطمہ کے ساتھ مل کر تیار کیا۔

"بہت مزے کا بنایا ہے کھانا آج تو۔" انبساط کے ہاتھ کی بریانی کھاتے ہی احسان صاحب نے سچے دل سے تعریف کی۔ کچھ ایسی ہی رائے اوروں کی بھی تھی۔

کھانے کے بعد انبساط سب کے لیے قہوہ بنا کر لے آئی۔ ان کے گھر میں کھانے کے بعد قہوہ پینے کی عادت تھی۔ یہاں آکر اس نے سب کو بھی یہ عادت ڈال دی تھی۔ احسان صاحب تو بطور خاص اس سے فرمائش کرتے تھے ان کا وزن اور کولیسٹرول مسلسل قہوہ پینے سے کنٹرول میں آگیا تھا۔ اور پہلے کے مقابلے میں وہ خود کو چاق و چوبند بھی محسوس کرنے لگے تھے۔

شازیہ بھابھی اور عظمیٰ جلدی سونے چلی گئیں۔ عرفان بھائی اور شازیہ بھابھی کے شوہر شاہ زیب نے نوجوان چنڈال چوکڑی کا کچھ دیر ساتھ دیا پھر انہیں بھی نیند آنا شروع ہو گئی۔ سارا' خالہ' پھوپھو اور عائشہ پری سے پہلے ہی اٹھ کر چلی گئی تھیں سونے کے لیے کومل' اریبہ' بجلی' غزل اور اسامہ کا روز کھینچنے لگے جرار ایسی پہ کھڑا جانے کیا سوچ رہا تھا۔

انبساط بھی کمرے میں چلی آئی۔

وہ کہیں نظر نہیں آرہا تھا۔ اس نے وضو کر کے عشاء کی نماز کی نیت باندھی۔ جب جرار الجھا الجھا سا اندر داخل ہوا تو نوافل پڑھ رہی تھی۔ وہ کمرے کے انداز میں بیڈ پہ ڈھیر سا ہو گیا۔

سامنے وہ دشمن جاں موجود تھی۔ اپنی ہی کہی ہوئی کتنی باتیں اس کے ذہن میں شور مچانے لگیں۔

"میں چاہتا ہوں تمہیں فجر کے بعد ہی دیکھوں۔"

ایک روز جب وہ اپنے خاندان میں ہونے والی شادی کی رسموں کے بارے میں بتا رہی تھی تو تب جرار نے اسے کہا تھا۔

"ہمارے ہاں جب دولہن رخصت ہو کر آتی ہے تو دولہا سے اس کا پردہ کروایا جاتا ہے۔"

"وہ کیوں؟" اس نے حیرانی سے پوچھا تھا۔

"بس رسم ہے ہماری۔" وہ شان بے نیازی سے بولی۔

"یہ پردہ کب تک ہوتا ہے؟"

"پہلے تو ایک ایک ہفتہ رہتا تھا پر اب فجر کی نماز کے بعد دولہا دولہن کو دیکھ سکتا ہے۔"

"میں چاہتا ہوں تمہیں فجر کے بعد ہی دیکھوں۔"

"تب تک صبح ہو چکی ہوگی۔"

"میں دسمبر میں شادی کروں گا۔ سورج دیر سے نکلتا ہے تم نماز جلدی پڑھ لینا تاکہ ہلکے ہلکے اندھیرے اجالے کے سنگم میں میں تمہیں دیکھوں۔" ایک عجیب سی التجا اور بے قراری تھی اس کے لہجے میں وہ دیکھ تو نہیں سکتی تھی مگر محسوس تو ہو رہا تھا۔

"میں دسمبر میں نہیں بلکہ جون میں شادی کروں گی۔" وہ کھلکھلائی۔

"پر میں تمہیں دسمبر میں لے کے جاؤں گا۔" جرار کا انداز فیصلہ کن تھا۔ دسمبر میں تو نہیں البتہ مئی کے

آخری عشرے میں وہ دولہن کے روپ میں سجی سنوری اس کے کمرے میں موجود تھی۔ انبساط نے نماز پڑھنے کے دوران ہی اس کی نظروں کے ارتکاز کو محسوس کر لیا تھا تب ہی تو دعا مانگتے ہی اس نے کتابوں میں سر دے دیا تھا حالانکہ اس کی خاص ضرورت نہیں تھی کیونکہ امتحان میں اچھا خاصا ٹائم پڑا تھا۔

"اگر تم نے مجھ سے دور ہو کر پڑھا تو پھر پڑھنے نہیں دوں گا میری گود میں سر رکھ کر پڑھو گی تو پھر تنگ نہیں کروں گا صرف تمہیں دیکھوں گا پر اس۔" انبساط کی طرف سے بے اطمینانی کے اظہار پہ اس نے پرزور یقین دلایا تھا۔ کچھ عرصہ پرانی بات اسے یونہی یاد آگئی تھی اس نے انبساط کی طرف کروٹ بدل کر بازو آنکھوں پہ رکھ لیا۔ پر وہ بند آنکھوں کے پیچھے بھی نظر آرہی۔ آنکھ مچولی کھیلتی ہوئی۔

"انبساط تم واقعی ایک مختلف لڑکی ہو حیرت انگیز طور پر۔۔۔ تمہارے سینے میں دل نام کی چیز بھی ہے کہ نہیں۔" وہ خیالوں میں اس سے لڑ رہا تھا۔

بارہ سے اوپر کا ٹائم تھا۔ انبساط نے کتاب بند کر دی۔ جرار سو چکا تھا۔ اس نے جرار کے پاس رکھا دوسرا تکیہ اٹھایا۔ وہ بے ڈھنگے انداز میں سو رہا تھا۔ دونوں بازو تکیے کے گرد پھیلے ہوئے تھے وہ اوندھا پورے بیڈ پہ پھیل کے سو رہا تھا اور سوتے ہوئے بھی اتنا ہی زور آور لگ رہا تھا جتنا کہ جاگتے ہوئے لگتا تھا۔

انبساط نے نگاہ چرالی۔ اسے بہت کچھ یاد آیا تھا۔

"آپ کس کروٹ پہ سوتے ہو۔" چونکہ اب اتنی بے تکلفی تو ہو ہی چکی تھی اس لیے اس نے بے دھڑک پوچھا تھا۔

"میں اتنا سوتا ہوں زیادہ تر تکیے کو بانہوں میں لے کر پر شادی کے بعد ایسا نہیں ہوگا تمہیں تکیہ بنا لوں گا۔" جواباً اس نے اتنی ہی بے باکی سے جواب دیا تھا انبساط کے گال لال گلال ہونے لگے تھے۔

انبساط نے اس کی طرف سے رخ پھیر لیا۔ جرار نے سرخ ہوتی آنکھیں کھول دیں۔

"انبساط صاحبہ آپ کو ضرور بتاؤں گا کہ محبت میں

قہقہوں سے گندھی ہوئی تحریر
اداس اور غمگین قارئین کے لیے
ایک غم گسار کہانی

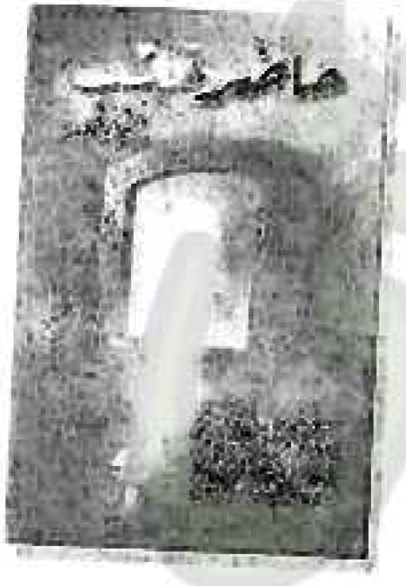

وہ غائب ہونا چاہتا تو حاضر ہو جاتا
حاضر ہونا چاہتا تو غائب ہو جاتا
ایک مرد بوالہوس کی داستان حیرت
قہقہے۔ پھلجھڑیاں اور بتاشے

حاضر غائب
اظہر کلیم ایم اے

قیمت: -/300 روپے

مکتبہ عمران ڈائجسٹ
37، اردو بازار، کراچی

www.paksociety.com

WWW.PAKSOCIETY.COM

بے چینی، تڑپ اور بے قراری کیا ہوتی ہے تم تو اپنے ہی کہے لفظ اور وعدے بھول گئی ہو مگر میں تو نہیں بھولا کچھ بھی۔" انبساط کے مہکتے آنچل کا ایک کونا اس کے پاس گرا تھا۔ اس سے پہلے وہ پکڑتا، انبساط آگے بڑھ گئی تھی۔

☼ ☼ ☼

رات تھم تھم کر بارش برسنے کے بعد صبح بھی دھوپ نکل آتی کبھی بادل چھا جاتے۔ دھوپ چھاؤں کا یہ کھیل جاری تھا۔ جرار کزنز کے ساتھ باتوں میں مصروف تھا۔ موضوع گفتگو کل والی گلابی حسینہ تھی جو اسے آج بھی یاد آ رہی تھی۔ کبھی تو بہانے بہانے سے ذکر ہو رہا تھا۔

"ہاں یار جان کر ٹکرائی تھی، اس میں میری کوئی غلطی نہیں تھی کرتے کرتے شرٹ کا کالر پکڑ لیا اوپر کے تینوں بٹن ٹوٹ گئے ڈریسنگ روم میں پڑی ہے شرٹ۔" وہ ہنس ہنس کر کل والا قصہ از سر نو دہرا رہا تھا۔ انبساط نے سلگتی نگاہوں سے اسے دیکھا تو اس نے بڑے شرارتی انداز میں ایک آنکھ دبا دی۔ اس نے منہ پھیر لیا تو سب ہنسنے لگے۔ انہی حرکتوں سے انبساط کی جان جاتی تھی۔

"ہاں یار سچ میں لڑکی جرار بھائی سے جان کر ٹکرائی تھی ان کا قصور نہیں تھا۔" انبساط کے چہرے پر غصے کے پھیلتے رنگوں کو دیکھ کر غزل نے اس کی طرف سے صفائی دی تھی۔

جرار غیر محسوس انداز میں اس کے تاثرات کا جائزہ لے رہا تھا۔

ادھر غزل نے چند دنوں میں ہی انبساط کے اکھڑے اکھڑے گریزاں رویے کو بھانپ لیا تھا جرار اپنی طرف سے لاکھ کوشش کر رہا تھا کہ ان کے درمیان حائل خلیج کو گھر والوں سے لاعلم ہی رکھا جائے پر وہ اس کی کوششوں پہ پانی پھیرنے میں لگی ہوئی تھی۔ وہ کم از کم اپنا تماشا بنانے کے حق میں نہیں تھا۔

عظمی اور سارا کے شوہر حضرات تو چند دن رہ کر چلے گئے تھے البتہ وہ دونوں ادھر ہی تھیں۔ خالہ پھوپھو اور دیگر کزنز بھی قیام کا ارادہ رکھتے تھے۔ سو انبساط کے میکے جانے کا پروگرام ٹلتا ہی جا رہا تھا۔ جرار نے مہمانوں کی وجہ سے جو چھٹی لی تھی وہ ختم ہو گئی تھی۔ اب وہ بھی جاب کے سلسلے میں پشاور جا چکا تھا۔ گرمیوں کی بھی چھٹیاں تھیں سو گھر بھرا ہوا تھا لیکن وہ پرسکون تھی کیونکہ جرار ادھر نہیں تھا اس کی موجودگی میں وہ بے سکون ہی رہتی اس کی حرکتیں ہی ناقابل برداشت تھیں۔

رات کو وہ مزے اور سکون سے سوتی شازیہ بھابھی چھیڑتی رہتیں اور بعض پہ جبر کر کے مسکرا دی جاتی۔

عظمی اور سارا کے جانے سے دو دن پہلے جرار ویک اینڈ پہ واپس آیا تو دونوں بہنیں خوش ہو گئیں۔ عظمی، سارا، شاہ زیب اور جرار چار بہن بھائی تھے۔ جرار سب سے چھوٹا اور لاڈلا تھا۔ جب ہی تو اس کی ضد مانی گئی تھی۔ ان کے خاندان میں باہر شادیاں نہیں کی جاتی تھیں پر جرار نے اس روایت کو توڑ ڈالا تھا اور کسی کو اعتراض بھی نہیں تھا۔ عائشہ اور احسان نے اس کی ضد پوری کر دی تھی۔ سب نے کھلے دل سے انبساط کو خوش آمدید کہا تھا وہ ان کے خاندان میں خوشگوار اضافہ ثابت ہوئی تھی جرار اپنی جیت پہ نازاں اور خوش تھا۔

☼ ☼ ☼

انبساط کمرے میں آئی تو کمال مہارت سے اپنے تاثرات چھپا کر وہ مسکرائی یا چند سیکنڈ تک وہ دروازے میں کھڑی اسے کھوجتی نگاہوں سے تکتی رہی۔ اس نے آہستگی سے بیڈ کے پاس آ کر تکیہ اٹھایا اور رخ موڑا تو جرار نے اس کے دوپٹے کا کونا محسوس انداز میں اپنی طرف کھینچا وہ پلٹی تو جرار نے یکدم آنکھیں کھول دیں۔

"ہم شیخو سب کچھ پہلے جیسا ابھی تو ہو سکتا ہے جیسے تم کہا کرتی تھیں۔" اس کا دوپٹہ جرار کے ہاتھ میں تھا اس نے زور لگا کر اپنی طرف کھینچنے کی کوشش کی۔

"محبت اور پیار کھیل نہیں ہے۔ آج کسی اور سے

اور کل کسی اور سے اور پرسوں کسی اور سے۔" اس کے لفظ بڑے کڑوے تھے۔

"ہم پہلے مل جاتیں تو پیار محبت بھی تم سے کر لیتا۔" وہ ڈھٹائی سے بولا۔

"مجھے کیا پتا تھا میرے نصیب میں اتنی پیاری بیوی لکھی ہے جو پاس ہو کر بھی دور ہے ورنہ تو ویسا حال بھی نہیں ہے کہ کہہ سکیں۔

سمندر سے ملے پیاسے کو شبنم

چاروں طرف سمندر ہے اور پینے کو ایک قطرہ بھی نہیں۔" اب اس کی نگاہوں کا انداز شوہرانہ استحقاق میں بدل چکا تھا۔

"میں تم پہ پورا حق رکھتا ہوں۔" اس کے الفاظ بہت بھرپور تھے۔

"ایسی کوئی بات نہیں ہے۔"

"ایسی بات کیوں نہیں ہے۔ اس وقت تو کچھ نہیں بولتی تھیں جب میں کہتا تھا کہ تمہیں ہمیشہ کے لئے ساتھ لے جاؤں گا۔" "تم سے کم" اس بات کا انبساط کے پاس جواب نہیں تھا۔ وہ مضطرب سی ہو کر ہونٹوں کو کچل رہی تھی۔ جرار کو ایک بار پھر اس پہ ترس سا آ گیا۔ اس نے لائٹ بند کر کے اس کی طرف سے کروٹ بدل لی۔

صرف ایک سال پہلے کی ہی تو بات تھی زندگی بڑی سیدھی اور سچی سی تھی۔ اب اتنے الجھاؤ کہاں سے آ گئے۔

☼ ☼ ☼

انبساط نے پنڈی جانے کی پوری تیاری کر لی تھی۔ کچھ ہی دن میں رمضان المبارک بھی شروع ہونے والا تھا۔ اس نے جرار کو کہہ دیا تھا کہ میں امی کی طرف جانا چاہتی ہوں وہ کہاں کچھ بول سکتا تھا انبساط نے ویسے بھی اسے صرف بتایا تھا اجازت مانگنے کی زحمت گوارا نہیں کی تھی۔ کیونکہ عائشہ بیگم نے پہلے ہی جرار کو کہہ دیا تھا کہ انبساط کو پشاور جاتے ہوئے پنڈی چھوڑ آنا۔ وہ مسرور سی تھی۔

جرار دور کھڑا اس کی پھرتیاں ملاحظہ کر رہا تھا۔ وہ تیار ہو چکی تھی۔

"کب واپس آؤ گی۔" اس نے اپنی بے قراری عیاں نہیں ہونے دی تھی۔

"پتا نہیں کب تک آؤں گی۔" وہ عام سے لہجے میں بولی۔

سب سے مل کر وہ گاڑی میں بیٹھ گئی۔ جرار پہلے ہی ریورس کر کے گیٹ سے باہر نکل چکا تھا۔ عائشہ بیگم نے اسے اپنا خیال رکھنے کی پرزور ہدایت کی۔ وہ آنکھیں بند کیے سیٹ سے ٹیک لگائے اردگرد سے بے خبر نظر آنے کی پوری کوشش کر رہی تھی۔ جانے کیوں بیتے دنوں کی یادوں نے جرار کا دامن تھاما۔ وہ چشمہ سے میانوالی پہنچ گئے تھے۔ سڑک کنارے "خان چھپر ہوٹل" کا بڑا رنگین بورڈ آویزاں تھا جہاں اس کی بڑی اچھی یادیں وابستہ تھیں۔

تین ماہ پہلے جب وہ اسے رخصت کروا کر پنڈی سے لا رہا تھا تو اسی چھپر ہوٹل پہ کچھ دیر رکے تھے۔ انبساط کو بڑی سخت پیاس لگ رہی تھی۔ سارے راستے وہ سول سول کرتی آئی تھی۔ شازیہ بھابھی کے کان میں تقریباً گھستے ہوئے اس نے روہانسے انداز میں کہا کہ "مجھے پیاس لگ رہی ہے۔" اسامہ ڈرائیونگ سیٹ پہ تھا۔ شازیہ بھابھی نے جرار کا کندھا ہلایا۔ اس نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو انہوں نے کہا کہ انبساط کو پیاس لگ رہی ہے۔ گاڑی میں رکھی منرل واٹر کی چاروں بوتلیں خالی ہو چکی تھیں۔ پنڈی سے چلتے ہوئے انہوں نے کولڈ ڈرنکس اور جوس وغیرہ لیا تھا گرمی حد سے زیادہ تھی۔ مئی کا آخری عشرہ تھا۔ سورج آگ برسا رہا تھا۔ وہ سب تو مزے سے باتیں کر رہے تھے ساتھ کھا پی رہے تھے شازیہ بھابھی اور عظمی باجی نے دو تین بار اس سے بھی پوچھا کہ کچھ کھانا پینا ہے تو بتاؤ۔ وہ بہت نروس تھی پھر اس حال میں کھانے پینے کا تصور بھی محال تھا اس نے انکار میں سر کو حرکت دی۔ میانوالی پہنچنے تک اس کا حشر ہو چکا تھا پانچ گھنٹے کے

www.paksociety.com

WWW.PAKSOCIETY.COM

ہوئی۔ گرمی بہت زیادہ تھی اس بار روزے بھی تو شدید گرمیوں میں آئے تھے۔

فجر کی اذان ہوئی تو اس نے فوراً نماز ادا کی۔ نماز کے بعد ترجمے کے ساتھ ایک سیپارہ پڑھا یہ اس کی پرانی عادت تھی کہ رمضان میں وہ ہمیشہ ترجمے کے ساتھ قرآن پڑھتی بھابھی اس دوران کچن سمیٹ چکی تھیں۔ قرآن سے فارغ ہو کر باقی کام اس نے کر لیا پھر بڑی دیر کے بعد نیند آئی پر سورج سر پہ کھڑا تھا۔ گرمی کی وجہ سے جلدی آنکھ کھل گئی اس کی۔ گرمی بہت زیادہ تھی مگر حیرت انگیز طور پر روزے نے زیادہ تنگ نہیں کیا کیونکہ سرشام ہی بادل امنڈ آئے تھے۔

✡ ✡ ✡

پندرہ روزے گزر چکے تھے جب عائشہ بیگم کا فون آیا کہ "کب گھر آؤ گی؟" اس کا جانے کو بالکل دل نہیں کر رہا تھا۔ اسے میکے آئے ایک ماہ ہونے والا تھا۔ اور پتا ہی نہیں کیسے گزرے خبر ہی نہیں ہوئی۔ دل تو ہری ہری لگ رہا تھا۔ یوں لگ رہا تھا وہ شادی سے پہلے والی انبساط ہے۔ پر حقیقت یہی تھی کہ اب وہ شادی شدہ مصروف لڑکی تھی۔

میکے آنے کے بعد اس نے جرار کے بارے میں بالکل بھی سوچنے کی زحمت نہیں کی تھی۔ لیکن جرار تو مسلسل میسج کر رہا تھا ایک تواتر سے آئی مس یو کے میسج آ رہے تھے وہ جواب دیتی بھی تو کام کی بات کرتی۔ اب جب عدنان چھوڑنے جا رہا تھا اسے تو جرار کی ساری باتیں یاد آنے لگی تھیں۔

✡ ✡ ✡

گھر میں داخل ہوتے ہی سب سے پہلا سامنا جرار سے ہوا۔ وہ عائشہ بیگم کی گود میں سر رکھے لیٹا تھا۔ ٹی وی لاؤنج میں سب بیٹھے تھے افطار میں آدھا گھنٹہ باقی تھا۔ جرار سب سے پہلے اٹھ کر عدنان سے ملا۔ انبساط عائشہ بیگم کی طرف بڑھی جنہوں نے گلے لگا کر اس کا ماتھا چوما۔ ارمیہ، کومل بھی اسے دیکھ کر خوش تھیں۔ شازیہ بھابھی کے چہرے پہ خیر مقدمی مسکراہٹ تھی۔

فوراً "فوراً" سب سے ملنے کے بعد وہ ہٹ کر صوفے پہ بیٹھ گئی تو فوراً ہی جرار کی نگاہوں کی تپش کا احساس ہوا اس نے ایک ثانیے کے لیے نظر اٹھائی تو فوراً ہی چرا لی۔ کیونکہ اس کی آنکھوں میں شکوے اور شکایت کی تحریر با آسانی پڑھی جا سکتی تھی۔

افطاری کے بعد وہ عدنان کو گیسٹ روم میں لے آئی اور اس کے کپڑے نکال کر دیے تاکہ وہ فریش ہو جائے کیونکہ روزے کے دوران طویل سفر سے وہ خود بھی تھک گیا تھا اور اب آرام کرنا چاہتا تھا کیونکہ صبح واپس بھی جانا تھا۔ کھانے کے بعد حسب معمول قہوے کی فرمائش ہوئی تو وہ کچن میں آ کر قہوہ بنانے لگی۔ جرار بھی اسٹول گھسیٹ اس کے پاس بیٹھ گیا۔ وہ شوق اور دلچسپی سے اسے دیکھ رہا تھا حیرت کی بات تھی کہ اس کے کسی بھی انداز سے غصہ ظاہر نہیں ہو رہا تھا۔

"کیسی ہو؟" اس نے بڑی اپنائیت سے پوچھا۔

"ٹھیک ہوں۔" وہ عام سے لہجے میں بولی۔

"ہونہہ کافی ٹھیک لگ رہی ہو۔" وہ اس کا سراپا نگاہوں میں جذب کرتے ہوئے بولا تو چمچی ہلاتے اس کے ہاتھ لرز سے گئے۔

"میں کل ہی واپس آیا ہوں۔" وہ بغور اس کے چہرے کو جانچ رہا تھا۔ جرار انجینئر تھا اور پشاور میں جاب کر رہا تھا۔ وہ ہر ہفتے گھر کا چکر لگا لیتا تھا تب تو انبساط نے بھی کہا کہ وہ اس کے ساتھ جانا چاہتی ہے اور نہ ہی اس کا رویہ دیکھ کر جرار نے زور دیا کہ وہ اس کے ساتھ چل کر رہے۔ گھر والے انبساط سے خوش تھے وہ بھی چپ تھا۔ اچھی خاصی زندگی ڈسٹرب ہو گئی تھی۔ شادی سے پہلے سب کچھ نارمل تھا یہ تو بعد میں انکشافات ہوئے کہ کیا کچھ ہوا ہے پر اس کے باوجود جرار پرسکون نظر آنے کی اداکاری کر رہا تھا جیسے کہ اس وقت بھی کر رہا تھا۔ دل میں بے پناہ غصہ تھا جسے اس نے بمشکل تھام رکھا تھا۔

انبساط نے تیکھے کڑوے لہجے میں ملن کی اولین ساعتوں میں کہا تھا اس قسم کے لڑکوں کے ساتھ ایسا ہی

ہونا چاہیے۔ سوہ... ت رہا تھا۔

کیسی دھوم دھام سے شادی ہوئی تھی۔ سب نے ہی اپنے اپنے ارمان نکالے تھے۔ ان کے گھر کی آخری شادی تھی اس لیے احسان، عائشہ، شاہ زیب، عظمیٰ، سارا سب کی ہی خواہش تھی کہ کوئی کمی نہ رہ جائے وہ خود تو اتنا ایکسائیٹڈ تھا ایک ایک رسم کو انجوائے کیا تھا۔

وہ قہوے کے لیے پیالیاں نکال رہی تھی۔ جرار کو پوری شدت سے کچھ یاد آیا تھا۔ کہاں کہاں اس نے جرار کو خواب نہیں دکھائے تھے۔ وہ اسٹول کو ٹھوکر مار کر بے کرتا میں اس کے پاس کھڑا ہو گیا۔

"کیوں کھیل رہی ہو تم میرے ساتھ۔" اس کی آنکھیں شدت غضب سے دہک اٹھیں۔

"کھیل تو آپ خود اپنے ساتھ رہے ہیں میرا کیا قصور؟" جواباً وہ اتنی ہی معصومیت سے بولی۔

"یہ جو اتنے اطمینان سے میرے گھر میں رہ کر مزے سے بول رہی ہو تو یہ سراسر میری مہربانی ہے ورنہ مردانہ احساسات و جذبات مجھ میں بھی پائے جاتے ہیں۔ اور پھر تم جو خواب دکھا کر میری آرزوؤں کو بے دار کر رہی ہو۔ میرا بھی دل چاہتا ہے کہ اپنا شوہرانہ حق وصول کروں۔ اپنی محبت کا خراج وصول کروں۔" انبساط کے کانوں کی لوئیں اس حد درجہ بے باکی دیکھتے سرخ ہو گئیں اور گلابی رخسار تپ سے گئے۔

"کیوں مانتی ہو نا میرا احسان؟" سرکش آنکھیں اس پہ جمائے وہ حد درجے غصے میں تھا۔ وہ کیا جواب دیتی نظر جھکائے اس وقت وہ سخت بے چینی کا شکار تھی چہرے سے بے اطمینانی اور پریشانی جھلک رہی تھی جرار پاس کھڑا تھا اس کا کندھا انبساط سے ٹکرا رہا تھا۔ وہ نظروں میں تول رہا تھا جیسے کہہ رہا ہو اب بتاؤ؟

شازیہ بھابھی کچن میں داخل ہوئیں تو اس نے سکون کا سانس لیا۔ ورنہ تو اسے لگ رہا تھا جیسے عدالت کے کٹہرے میں کھڑی ہے۔ انہوں نے شرارتی مسکراہٹ سے دونوں کو دیکھا۔

"بھئی کیا راز و نیاز ہو رہے ہیں؟" جرار نے اپنے اندرونی تاثرات چھپا لیے وہ سراپا محبت لگ رہا تھا۔

"اتنے دنوں کی دوری کا حساب کتاب کر رہا تھا۔" اس کی اور شازیہ بھابھی کی بے تکلفی تھی جبھی تو وہ آرام سے کہہ گیا۔ انبساط کو لگ رہا تھا ابھی رو دے گی۔ آنسو تو نکلنے ہو رہے تھے۔

"لگتا ہے بڑا کڑا حساب لیا ہے۔" انہیں انبساط کا سرخ چہرا نظر آ گیا تھا۔

"ابھی کہاں ابھی تو ابتدا ہے۔" وہ نظریں اسی پہ ٹکائے ہوئے تھا۔ شازیہ بھابھی کہاں جان سکتی تھیں مسکراتی رہیں۔

"بھابھی میں قہوہ دے آؤں سب کو۔" اسے بروقت بہانہ سوجھا "ٹرے اٹھا کر باہر نکلتے ہوئے اس نے خود کو منظر سے ہٹا لیا تھا گویا۔

وہ کافی دیر عائشہ بیگم اور احسان صاحب کے پاس بیٹھی رہی۔ وہ امی ابو اور بھائی کے بارے میں بات کر رہے تھے۔ عشاء کی اذان ہوئی تو وہ نماز کے لیے مسجد میں چلے گئے۔ انہوں نے اب نماز تراویح بھی پڑھ کر ہی آنا تھا۔ جرار ان کے ساتھ تھا۔ اس نے سکون کی سانس لی تھی۔

سفر اور ذہنی تھکان کے باعث وہ بے آرام سی تھی۔ نماز کے بعد بستر پہ گرتے ہی پریشانی کے باوجود نیند آ گئی۔

وہ شاداں فرحاں سوئی تھی۔

جرار صوفے کے پاس کھڑا خشمگیں نگاہوں سے محو خواب انبساط کو دیکھ رہا تھا۔ انداز سے لگ رہا تھا وہ گہری نیند میں ہے اس نے آ کر لائٹ جلا دی تھی وہ تب بھی نہیں جاگی۔ جو اس بات کا ثبوت تھا کہ وہ واقعی گہری نیند میں ہے۔

"خیر آج سو لو صبح خبر لوں گا تمہاری، حد ہوتی ہے صبر کی اور میرا پیمانہ اب لبریز ہو چکا ہے۔ بہت برداشت کر لیا ہے تمہارے توہین آمیز رویے کو میں بھی انسان ہوں۔ تم نے مجھے شوہر کا درجہ دیا ہی نہیں۔ شادی سے پہلے میرے جذبات کے ساتھ کھیلتی رہی ہو اور بعد میں بھی تم نے میری خاموشی سے مجھے کاٹھ کا الو سمجھ لیا۔ خیر یہ تمہاری غلط فہمی ہے۔ میں بہت جلد دور

www.paksociety.com

WWW.PAKSOCIETY.COM

کروں گی۔" سوئی ہوئی انبساط کو اس نے خیالوں ہی خیالوں میں بہت کچھ کہہ ڈالا تھا۔

☼ ☼ ☼

یونیورسٹی میں انبساط نے ہما اور سائرہ کے ساتھ اکٹھے ایڈمشن لیا تھا۔ سائرہ پرائمری اسکول کے زمانے سے اس کی کلاس فیلو تھی جبکہ ہما فرسٹ ایئر میں ان کے ساتھ شامل ہوئی تھی۔ بی ایس سی کرنے کے بعد تینوں نے ہی ایم ایس سی کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔ انبساط اور سائرہ تو شروع سے ہی غیر نصابی سرگرمیوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتی آئی تھیں اور دونوں کا رجحان بھی نمایاں تھا۔ انبساط تو کالج میں ڈرامیٹک سوسائٹی کی سرگرم رکن بھی رہی تھی۔ ہما ان دونوں کے مقابلے میں قدرے سست اور الھڑ سے عاری معصوم لڑکی تھی۔ ان کے گروپ میں وہ بھی شامل ہو چکی تھی۔

یونیورسٹی میں ایڈمشن کے بعد ہما میں رفتہ رفتہ کچھ اعتماد آنا شروع ہو گیا۔ ہما کی بڑی بہن اسی یونیورسٹی میں پہلے سے ہی نفسیات میں ماسٹرز کر رہی تھی۔

تین چار ماہ کے دوران ہی انبساط اور سائرہ دونوں نے محسوس کیا کہ ہما اب پہلے جیسی نہیں رہی ہے۔ پڑھائی میں اس کی دلچسپی نہ ہونے کے برابر تھی۔ ہما کی ہی ایک اور فرینڈ نے انہیں بتایا کہ اس کی دوستی انجینئرنگ یونیورسٹی کے ایک لڑکے سے ہو گئی ہے اور بڑا زوردار چکر چل رہا ہے۔ تب انبساط نے ہما کو گھیر لیا اور اس نے سب کچھ بتا دیا۔ پہلے وہ اس کی ناراضی کے خوف سے چپ تھی اور اسے کچھ بتانے کی ہمت نہیں کر پا رہی تھی لیکن اب جب اس نے خود ہی دوستانہ انداز میں سوالوں کا سلسلہ شروع کیا تو اس نے ایک ایک بات بتا دی۔ انبساط کے قریب جو پریشانی والی بات تھی وہ یہ تھی کہ ہما بہت سنجیدہ تھی۔

اور اس سارے قصے میں سب سے حیرت انگیز پہلو یہ تھا کہ ہما نے اس لڑکے کو دیکھا تک نہیں تھا نہ اس کے بارے میں کچھ جانتی تھی۔ اس دوستی کا آغاز بھی فون کال سے ہوا۔

ہما نے یونیورسٹی میں نیا نیا ایڈمشن لیا تھا جب بھائی جان نے اسے ایک موبائل فون گفٹ کیا تھا۔ پہلی بار اس کے نمبر پہ رانگ کال آئی۔ اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ وہ جو کوئی بھی تھا اسے بات کرنے کا طریقہ آتا تھا۔ دوسرے روز پھر کال آئی اور یہ سلسلہ دراز ہو گیا۔ اس نے ہما کو دوستی کی آفر کی جو سوچے سمجھے بغیر اس نے قبول کر لی۔ یہ دوستی محبت میں بدل گئی تھی۔ اب ہما کے پاس اور کوئی موضوع نہیں تھا ہر وقت اسی لڑکے کی باتیں۔

انبساط کو اگر سب سے زیادہ کسی چیز سے ڈر لگتا تھا تو وہ ہما کی حساسیت تھی وہ ہما کی زود رنج تھی ذرا ذرا سی بات دل پہ لے لیتی۔ خدانخواستہ اگر کوئی ایسی ویسی بات ہو جاتی تو اس کا دل ہمیشہ کے لیے ٹوٹ جاتا۔ لڑکیوں کے ساتھ یہی تو مسئلہ ہوتا ہے بہت نازک دل ہوتی ہیں۔

ہما اب ایک ایک بات ان دونوں کو بتاتی۔

ہما کے چہرے پہ اتنے خوبصورت رنگ بکھرے ہوتے کہ وہ دیکھتی ہی رہ جاتی۔

"میں نے امی ابی اور بہنوں سے بھی میری بات کروائی تھی۔ اتنی اچھی ہیں وہ کہ کیا بتاؤں۔ اتنے پیار سے بات کی سب نے میرے ساتھ اتنے اچھے لوگ ہیں۔" وہ رطب اللسان تھی۔

"ہما پلیز محتاط رہنا میں نہیں چاہتی کہ تمہیں کوئی ٹھیس پہنچے۔"

"یار وہ اس قسم کا نہیں ہے بہت اچھی فیملی سے تعلق ہے اس کا میں نے کل اس کی ماما جی سے بات کی تھی۔ اگر وہ اس طرح کا ہوتا تو کیوں اپنی فیملی سے میری بات کرواتا۔ اس کی سچائی کے لیے یہ بات کافی نہیں ہے۔" سائرہ اور انبساط اسے دیکھ کر رہ گئیں۔ کتنا اندھا اعتماد تھا اسے ایک ان دیکھے انجانے شخص پہ۔ انبساط کچھ کہنے لگی تھی۔ مگر سائرہ نے اسے چپ کروا دیا۔

☼ ☼ ☼

ہما کی بڑی بہن شاہ کا نکاح تھا۔ اس نے بتایا تھا کہ

اس نے "اسے" بھی کارڈ ٹی سی ایس کروایا ہے۔

"ٹی سی ایس کیوں کیا ہے؟"

"وہ ادھر تو نہیں ہوتا نا، پار پشاور میں ہوتا ہے ہاسٹل میں رہتا ہے تب کارڈ ٹی سی ایس کیا ہے۔" سائرہ کے پوچھنے پہ ہما نے بتایا۔ آج انہوں نے کلاس بنک کی تھی اور روز گارڈن کے سائے میں بیٹھی تھیں۔

"وہ بہت جلد اپنی فیملی کو لے کر آئے گا میں بھی آپی کے نکاح کے بعد ممی کو بتاؤں گی سب۔" وہ بہت خوش لگ رہی تھی۔

شاہ کا نکاح بخیر و خوبی ہو گیا مگر ہما کا خاص الخاص مہمان نہیں آیا۔ تب وہ تھوڑا مایوس سی ہو گئی۔ چار دن سے بات نہیں ہو پا رہی تھی وہ بہت اداس تھی۔ وہ واقعی اس کے معاملے میں بہت سنجیدہ ہو گئی تھی پیچھے دیکھنے کا تصور بھی محال تھا نہ وہ پلٹ کر دیکھنا چاہتی تھی۔

☼ ☼ ☼

فرسٹ سمسٹر کا رزلٹ آیا تو ہما بہت بری طرح فیل ہو گئی۔ رات رات بھر جاگ کر باتیں کرنے کی وجہ سے اس کی پڑھائی اور صحت دونوں متاثر ہو رہی تھیں۔ پہلی بار ہما کے گھر والوں نے نوٹس لیا۔ اس کی حرکتوں پہ شاہ اور بھائی کو شک پہلے سے ہی تھا۔ دو تین بار اس کی نگرانی کی تو بہت کچھ کھل کر سامنے آگیا۔ ہما کی امی بہت سلجھی ہوئی تھیں۔ انہوں نے اس کے لیے کچھ اور ہی سوچا ہوا تھا۔ شروع سے ہی انہوں نے بھائی کو زبان دی ہوئی تھی کہ ہما آپ کی ہی بہو بنے گی۔ سلجوق ہی وہ لڑکا تھا جس کے سلسلے میں انہوں نے بڑے بھائی کو زبان دی تھی۔ وہ بہت مہذب اور سلجھا ہوا لڑکا تھا۔ سی اے کر کے جاب کر رہا تھا۔

ہما کے یونیورسٹی سے فارغ ہونے کے بعد ان کا پروگرام تھا کہ شاہ کی رخصتی اور ہما کی شادی کے فرض سے ایک بار ہی نمٹا جائے۔ ساتھ ساتھ وہ تیاریاں بھی کر رہی تھیں۔

اب درمیان میں نیا مسئلہ کھڑا ہو رہا تھا۔

اس لڑکے سے ہما کے سامنے بات کی گئی تو وہ آئیں بائیں شائیں کرنے لگا۔

"میں نے تو ہما کو ایک بار بھی براہ راست نہیں دیکھا میں بھلا زندگی کا اتنا بڑا فیصلہ کیسے کر سکتا ہوں ویسے بھی میں نے اپنی شادی کا معاملہ والدین پہ چھوڑا ہوا ہے جہاں وہ چاہیں گے میں ادھر ہی شادی کروں گا۔ ہما کو میں نے ہمیشہ ایک دوست اور اچھی لڑکی کی حیثیت سے دیکھا ہے ایسا تو میں نے سوچا تک نہیں ہے۔ آپ ہی سمجھائیں اسے۔ اور بے شک پوچھ لیں میں نے کبھی اسے شادی کا وعدہ نہیں کیا۔ اگر یہ خود ہی سنجیدہ ہو رہی ہے تو میرا کیا قصور۔" وہ بہت بھولا اور معصوم بن رہا تھا۔ ہما کے سامنے ہی تو بات ہو رہی تھی۔ فون کا اسپیکر آن تھا اس نے ایک ایک لفظ سنا تھا۔ جو اس کے لیے زہر میں بجھے تیر سے کم نہیں تھا۔ اس کا چہرہ دھواں دھواں ہو رہا تھا۔ کتنے آرام سے فریق ثانی نے خود کو معصوم اور اسے قصوروار قرار دے دیا تھا۔ ہما کا دل بری طرح ٹوٹا تھا۔ گھر والوں کی نگاہ میں تو وہ گری ہی تھی لیکن اپنی نگاہوں میں بھی گر گئی تھی۔

☼ ☼ ☼

چار دن سے وہ یونیورسٹی نہیں آ رہی تھی۔ سائرہ فون کر کے تھک گئی تھی۔ اس کا نمبر مسلسل آف مل رہا تھا۔ بالآخر شاہ نے ہی فون کر کے بتایا کہ ہما نے خواب آور دواؤں کی بھاری مقدار کھا لی تھی۔ جس کے بعد وہ ابھی تک ہسپتال میں تھی۔ تاحال اس کی زندگی خطرے سے باہر نہیں تھی۔ سائرہ ہسپتال جا رہی تھی۔ انبساط نے کہا تھا مجھے بھی ساتھ لے جانا۔

ہما کو دیکھ کر اسے اپنے آنسوؤں پہ قابو نہیں رہا تھا۔ سفید براق بیڈ پہ پڑی وہ ہڈیوں کا ڈھانچہ لگ رہی تھی۔ جب ہما کے ساتھ یہ سلسلہ شروع ہوا تو دونوں کے ہی دل میں ڈر رہتا تھا کہ جانے کیا ہوگا کیونکہ وہ بہت حساس تھی۔ ان کے خدشات درست نکلے تھے۔ لیکن یہ ان دونوں میں سے کسی نے بھی نہیں سوچا تھا کہ ہما اس طرح ہسپتال پہنچ جائے گی۔

www.paksociety.com

WWW.PAKSOCIETY.COM

خواب آور دواؤں کی بھاری مقدار اس کے معدے میں موجود تھی جو کافی دیر ایسی طرح رہی۔ کیونکہ رات کے وقت اس نے یہ فعل سرانجام دیا تھا۔ صبح گھروالوں کو خبر ہوئی تھی۔

ہما کے ابو نے اتنی مشکل سے بھاگ دوڑ کرکے پولیس والوں کو پیسے دے کر جان چھڑائی تھی ورنہ یہ تو سیدھا سیدھا پولیس کیس تھا۔

ہاسٹل میں ہی ثنا نے ہما کا سیل فون اور ایک نمبران دونوں کے حوالے کیا تھا۔ اس نے بات کوئی بھی نہیں کی تھی۔ کیونکہ ہما کی حالت بہت نازک تھی۔ ساتھ فون گھر لے گئی۔ نمبر بھی اسی کے پاس تھا۔

ڈاکٹرز کی بھرپور کوشش اور ان سب کی دعاؤں سے ہما کی حالت آہستہ آہستہ سنبھل رہی تھی۔ رفتہ رفتہ وہ زندگی کی طرف لوٹ رہی تھی۔

تب ثنا نے ان دونوں سے ہی ایک ہی بات کی۔

"میں اس شخص کو سزا دینا چاہتی ہوں ایسی کڑی سزا کہ یہ زندگی بھر یاد رکھے۔ اس کے لیے مجھے تم دونوں کی مدد چاہیے۔"

"کیسی مدد۔" دونوں نے بیک وقت پوچھا۔

"انبساط تم بہت اچھا بولتی ہو کنوینسنگ پاور بھی تم میں موجود ہے۔ سامنے والے بندے کو تم آسانی سے قائل کرلیتی ہو۔ جیسا اس نے ہما کے ساتھ کیا ہے ہم نے اس کے ساتھ کرنا ہے۔ میں نے اپنی دوست کے کزن کے ذریعے اس نمبر کی لوکیشن' ایڈریس اور دیگر معلومات حاصل کی ہیں۔ اس بندے کی منگنی اپنی کزن کے ساتھ ہوچکی ہے۔ اور یہ بہت پیار کرتا ہے اپنی منگیتر سے۔ میں چاہتی ہوں جس طرح اس نے ہما کو ٹھکرایا ہے اس کی منگیتر بھی اسے اسی طرح ٹھکرائے۔ مجھے یہ ایک نمبر کا فلرٹ لگتا ہے۔ تم دونوں ہما کی دوست ہو اس کی انسلٹ کا بدلہ یقیناً تم دونوں بھی لینا چاہو گی تاکہ پھر اس کو ایسی جرات نہ ہو۔ باقی میں تم دونوں پہ چھوڑتی ہوں۔ ہما کا تو مردوں پر سے اعتبار ہی اٹھ گیا ہے۔" ثنا بہت جذباتی اور دل گرفتہ لگ رہی تھی۔ انبساط فطری طور پہ بہت رحم دل تھی کسی کا دکھ دیکھا نہیں جاتا تھا۔۔ دوسروں کے روتے دیکھ کر خود بھی رو پڑتی۔ پھر یہاں تو بات ہما اور اس کی بہن ثنا کی تھی۔ اس وقت بھی ثنا کو اس طرح روتے دیکھ کر اس کا دل خود بھی دکھ سے بھر گیا تھا۔ بس نہیں چل رہا تھا کیا کچھ کر ڈالے۔ ثنا کے الفاظ نے جادو کا کام کیا تھا۔

اس نے بڑے آرام سے ان کی بات مان لی تھی۔ سائرہ نے اس وقت تو ہاں میں ہاں ملادی تھی مگر جب ثنا وہاں سے اٹھی تو وہ اسے سمجھانے لگی۔

"تم نے کیوں ان کی بات مانی ہے۔ وہ خود بھی اس لڑکے کو سزا دے سکتی ہے۔ خود بھی سب کچھ کرسکتی ہے۔ تم ہی کیوں۔ پھر آج کل کا زمانہ کسی پہ اعتبار کرنے کا نہیں ہے ایسا نہ ہو کہ نیکی کے چکر میں پھنس جاؤ اور لینے کے دینے پڑ جائیں۔ وہ لڑکا ہے ہی فلرٹ ایسا نہ ہو تمہیں بھی کوئی نقصان پہنچادے۔"

"ارے ایسا کچھ نہیں ہوگا تم خوامخواہ ڈر رہی ہو۔ میں کوئی سولہ سال کی لڑکی نہیں ہوں سب جانتی ہوں۔ اچھا برا سب پتا ہے مجھے۔" اسے خود پہ بہت اعتماد تھا۔ اور سائرہ ڈر رہی تھی۔ انبساط اعتماد کی بدولت پرجوش تھی۔

پہلی بار انبساط نے جب اس لڑکے کے نمبر پر کال کی تو وہ نمبر آف تھا۔ تین دن وہ لگاتار کال کرتی رہی۔ چوتھے دن گوہر مقصود ہاتھ آہی گیا۔ اس کی کال ریسیو کرلی گئی۔

"السلام علیکم۔" دوسری طرف سے ہیلو کے جواب میں اس نے سلام کیا۔

"جی فرمایئے آپ کون؟"

"آپ کا نمبر کیوں بند تھا میں تین دن سے کال کررہی ہوں۔"

"محترمہ آپ تعارف تو کروایئے اور مجھے کال کیوں کررہی ہیں آپ۔" دوسری طرف متجسس تھا۔

"جناب آپ کو اتنی جلدی کیوں ہے۔" اس نے کچھ بے تکلفی دکھائی اچانک دوسری طرف سے فون کھٹاک سے بند ہوگیا۔

وہ پریشانی سے فون کو دیکھتی رہ گئی۔ لڑکے کے

بارے میں جو معلومات اسے ثنا نے دی تھیں اس کے مطابق تو وہ لڑکیوں کا دیوانہ تھا آواز سنتے ہی جی جان سے عاشق ہوجاتا تھا۔ اس نے تو فون ہی بند کردیا تھا اپنی پریشانی اس نے سائرہ سے شیئر کی تو وہ کندھے اچکا کر رہ گئی۔

"مٹی ڈالو اس سارے قصے پہ۔ فضول میں تم اپنا خون جلا رہی ہو۔" سائرہ نے پھر سمجھایا لیکن انبساط ثنا سے وعدہ کرچکی تھی کہ ان کی ضرور مدد کرے گی سو اپنے وعدے سے کیسے مکر جاتی سائرہ کو اس پہ رحم سا آگیا تھا۔ اس نے بھی انبساط کی وجہ سے اس لڑکے کو کال کی لیکن اس نے بات نہیں کی تو وہ جھنجلا سی گئی۔ اسے سب غصہ آرہا تھا ہما کی جان چھوٹ گئی تھی یہی کافی تھا لیکن ثنا جانے کیوں اسے طول دے رہی تھی۔

چند دن ہوچکے تھے انبساط کو لگاتار کال کرتے ہوئے لیکن وہ لڑکا بات نہیں کرتا تھا اس کا نمبر دیکھتے ہوئے وہ کال ریسیو ہی نہ کرتا یا پھر نمبر بزی کردیتا۔ اب تو اسے بھی ضد ہوگئی تھی کہ کچھ بھی ہوجائے اس کو سیدھا کرکے رہے گی۔

بالآخر ایک دن اس نے جذبات سے بھرا میسج ٹائپ کرکے بھیجا تو اس کا دل نرم پڑ گیا اور اس کی کال آگئی۔ انبساط نے کہا تھا وہ دنیا میں اکیلی ہے گھروالوں سے دور ایک رشتہ دار کے گھر ہے۔ جن کا رویہ اس کے ساتھ اچھا نہیں ہے۔ وہ بہت اکیلا فیل کرتی ہے خود کو۔

کیونکہ اس کی گھروالوں کے ساتھ بنتی نہیں ہے۔ نہ ہی اسے کوئی گھر میں پسند کرتا ہے۔ وہ کسی دن خودکشی کرلے گی۔ ایسی ہی اور کتنی باتیں اس نے کی تھیں جن کی وجہ سے اس لڑکے کے انداز میں اس کے لیے ہمدردی تھی۔

وہ اس بات کرتا تھا۔ اپنے بارے میں اس نے بتایا تھا کہ وہ دو بھائی اور دو ہی بہنیں ہیں۔ بھائی اور بہنیں شادی شدہ ہیں وہ گھر میں سب سے چھوٹا ہے اور پشاور ہاسٹل میں رہ رہا ہے۔ انجینئرنگ فائنل ایئر کا اسٹوڈنٹ ہے اور چشمہ کا رہنے والا ہے اس نے انبساط سے کہا تھا کہ اگر آپ کو کسی قسم کی مدد کی ضرورت ہو تو مجھے ضرور بتایئے۔

انبساط نے نوٹ کیا تھا کہ وہ بات بہت کم کرتا زیادہ وہی کال کرتی لیکن وہ دعا سلام کے بعد کسی نہ کسی بہانے سے جان چھڑا لیتا۔

اس کا ذکر اس نے ثنا سے کیا تو اس نے کہا کہ "وہ فضول میں اپنی ویلیو بڑھانے کے لیے یہ سب کررہا ہے تاکہ اس کا امپریشن اچھا پڑے تم پہ ورنہ ہما کے ذریعے تمہیں اس کے بارے میں پتا ہی ہوگا۔" ان کی بات میں وزن تھا سو وہ خاموش ہوگئی تھی۔

☆ ☆ ☆

"آپ نے کبھی کسی سے محبت کی؟" آج انبساط نے اپنے تئیں بڑا چبھتا ہوا سوال کیا تھا۔ جواب میں وہ کچھ دیر کے لیے خاموش ہوگیا۔

"میری بات آپ کو بری لگے گی محترمہ۔ لیکن حقیقت یہی ہے کہ آج کی عورت نے خود کو بازاری چیز کرلیا ہے۔ اپنی قدر و قیمت کا احساس اس کے دل سے مٹ چکا ہے۔ میں کسی بھی عورت سے محبت کا سوچ بھی نہیں سکتا۔ فی الحال میں محبت نامی بخار سے محفوظ ہوں جس دن مجھے کسی سے محبت ہوگی اس دن میں اپنے گھروالوں کو بتادوں گا اور باعزت طریقے سے اس لڑکی کو اپناؤں گا۔" جواب میں اس کا لہجہ سخت بھی تھا اور تلخ بھی۔ انبساط کو اپنی توہین سی محسوس ہوئی۔ یہ باتیں وہ شخص کررہا تھا جس کے نزدیک لڑکیاں بس ٹائم پاس کا درجہ رکھتی تھیں۔ کتنا جھوٹا اور منافق شخص تھا وہ خیر اس کا علاج بھی وہ کرلے گی اس کی پرواز عقل بہت بلند تھی۔

☆ ☆ ☆

جرار بڑے تاسف سے علی کو دیکھ رہا تھا۔ وہ آج کل ایک اور لڑکی کی محبت میں مبتلا ہوچکا تھا۔ تسے فلرٹ محبت کرنا اس کا مشغلہ تھا حالانکہ اس کی بات بچپن سے ہی اپنی خالہ زاد سے طے تھی۔ پھر بھی ادھر ادھر منہ مارنے سے باز نہیں آتا تھا۔

وہ اندرون پنجاب کے ایک چھوٹے سے شہر جوہر

www.paksociety.com

WWW.PAKSOCIETY.COM

آباد کار بنے والا تھا۔ ہاسٹل میں دونوں کو ایک ہی روم ملا تھا۔ سو دوستی ہوتی چلی گئی۔ اس کے سامنے ہی تو اس نے لڑکیوں کو اس نے تنگ کرنا شروع کیا تھا۔ اما کے بعد ماورا آئی اور اب ارم بھی۔ اما کے بارے میں اس نے نس نس کرتا یا تھا۔

"ماورا من کی دھون ہے پوری۔ آواز آنسوؤں والی ہے۔

مرتی ہے مجھ پہ بُری طرح بے چاری' جو کہوں مانتی جاتی ہے۔ میں نے ابھی امی اور عمارہ سے بات کروائی ہے۔ اب یہ تو بالکل قربان ہے مجھے یقین ہے کہ اب اگر میں اسے کہیں بھی ملنے کو بلاؤں نا تو وہ آجائے گی اکیلے۔"

اس نے لوفرانہ انداز ... سے آنکھ دبائی تو جرار نے ملامتی نگاہوں سے اسے دیکھا۔

"کیوں کھیلتے ہو معصوم لڑکیوں سے۔ کسی کی آہ لگ جائے گی۔"

"یار کہاں کھیلتے رہتی ہیں معصوم لڑکیاں ہمیں خود سے نہ ہماری حوصلہ افزائی کریں نہ ہم آگے بڑھیں۔ اب اس اما کو دیکھ لو مجھے کہتی ہے کہ تمہاری لیے میں اپنے والدین' بہن بھائیوں تک کو چھوڑ دوں گی۔ جو لڑکی ایک لڑکے کی خاطر سب کو چھوڑ سکتی ہے وہ کل مجھے بھی تو چھوڑ سکتی ہے۔ پھر ماورا من کی ڈرامائی آواز والی اما ہرگز میرا آئیڈیل نہیں ہے۔ اب اس ارم کو ہی دیکھو پہلے کہتی تھی کہ مجھے محبت پہ یقین ہی نہیں رہ گیا اب میں نے دو چار بار کال کی ہے تو قدموں میں پڑی ہے۔ سارے گھر والوں کو چھوڑا ہے اس کے والدین حج کے لیے گئے ہوئے ہیں کہتی ہے کہ رات کو ملنے آجاؤں۔ لو میرا دماغ خراب ہے جو گویا اس لڑکی کو ملنے جاؤں۔ بابا مجھے کٹ رہا ہے جائے نماز اور تسبیح بابابا۔

میں نے اپنا امپریشن بہت اچھا ڈالا ہے نمازی و پرہیزگار و حافظ قرآن۔ تو وہ مجھے بہت ہی اعلا کردار کا سمجھتی ہے اس لیے یہ کشش کی ایسی کیا ہے جو ذنی بار ——— مجھے اپنا پی۔ ٹی۔ سی۔ ایل نمبر بھی دے دیا ہے۔

آؤ بات کراؤں تمہاری بھی۔"

"نہیں میں بات نہیں کروں گا پہلے بھی میں ماورا سے بات کر کے بہت شرمندہ ہوں۔ خاص طور پہ جب وہ بہت رو رہی تھی اور بھائی بھائی کہہ کر وہ مانگ رہی تھی۔ چھوڑ دو یہ حرکتیں۔ تم نے میرے نمبر سے کال کر کے مجھے بھی بدنام کرانے کا تہیہ کر رکھا ہے۔ پہلے ماورا پیچھے پڑی تھی ——— میں جواب دے دے کر تھک گیا ہوں۔ میرے فون کے ساتھ تم نے یہ حال کیا کہ جس کو دیکھو مجھے کال کر کے وہ مانگ رہا ہے اور جب پتا چلتا ہے کہ میں علی نہیں ہوں تو گندی باتیں ہوتی ہے سب کو ... حد ہوتی ہے۔"

"اچھا سوری نا میرے یار' دوست ہو تم میرے۔ دوست تو یاروں کے لیے جان قربان کر دیتے ہیں اور تم کیسے دوست ہو ذرا سا تمہارے نمبر سے کال کیا کر لی کہ دل چھوٹا کر کے بیٹھ گئے ہو۔"

اس نے جرار کو جذباتی بلیک میلنگ کا شکار بنانا چاہا پر وہ کچھ سننے کو تیار نہ تھا اٹھ کر چلا گیا۔

چھٹیوں پہ جانے سے کچھ دن پہلے اس کا سیل یونیورسٹی جاتے ہوئے راستے میں ہی گر گیا۔ اس نے علی کو سم ری چیس کروانے کے لیے کہا۔ اس کے پاس دوسرا نمبر بھی تھا۔ اس نے وہ آن کر لیا۔ اس دوران چھٹیاں ہو گئیں تو سم علی اپنے ساتھ لے گیا۔ جرار بھول بھال گیا کیونکہ اس کے پاس دوسرا نمبر تو تھا ہی' جب چھٹیوں کے بعد صاحب بہادر تشریف لائے تو بہت داستانیں بھی ہمراہ تھیں۔ جرار نے اپنی طرف سے بہت سمجھایا کیونکہ آئے روز بھی کسی لڑکی کی کال آتی' بھی کسی کی۔ وہ سب کو سمجھا (اپنی عزت' اپنی انا اپنی عزت نفس کا خیال رکھنے کو کہتا۔ ان میں ماورا سب سے سمجھ دار تھی۔ خاموشی سے علی کی حقیقت کا پتا چلتے ہی پیچھے ہٹ گئی تھی۔

اب کوئی انبساط ... تھی جو رات فون کر رہی تھی۔ چونکہ ابھی تک علی سے اس کا کوئی تعلق سامنے نہیں آیا تھا۔ اس لیے وہ خاموش تھا۔ اس نے اپنے بارے میں بڑی دردناک کہانی سنائی تھی اور یہ بھی کہا تھا

کہ پلیز مجھ سے رابطہ رکھیے گا۔ جرار نے وہ نمبر بند کروایا۔ اس سے پہلے اس نے کہہ دیا تھا کہ میں "یہ نمبر بند کرنے لگا ہوں۔" تب اس نے کہا تھا کہ "مسٹر جرار نمبر بند کرو لیکن بدلہ لینے والے کر رہیں گے۔"

تب جرار نے پہلی بار دلچسپی لی' جانے کون تھی وہ کیا چاہتی تھی۔ اس نے اپنا نمبر دے دیا تھا کیونکہ اس نے جرار کو بزدل ہونے کا طعنہ دیا تھا۔ وہ برداشت نہیں کر سکا تھا۔ پہلے وہ صرف ہیلو ہائے کر کے فون بند کر دیتا تھا لیکن اب صورت حال اور تھی۔ اس لڑکی کو تو اس کا نام بھی پتا تھا۔ اس نے بہت کرید کہ وہ بتا دے' لیکن یہ سوال وہ ہمیشہ ٹال جاتی تھی۔ اب تو وہ اس کے لیے پراسرار کردار بنتی جا رہی تھی۔

✡ ✡ ✡

بارش ہو رہی تھی' جرار نے ہاسٹل بدل لیا تھا۔ پرانا ہاسٹل یونیورسٹی سے دور پڑتا تھا ... یہاں اس کے پاس اکیلا کمرہ تھا۔ کیونکہ فائنل سمسٹر تھا اور وہ پورے سکون کے ساتھ پڑھائی کرنا چاہتا تھا۔ علی دوسرے کمرے میں تھا اور لڑکوں کے ساتھ تھا' کھانا کھا کر جلدی ہی واپس آگیا تھا۔

بیڈ پہ لیٹا کچھ سوچ ہی رہا تھا کہ فون گنگنانے لگا۔ انبساط کی کال تھی۔ اس نے اپنا نام درست بتایا تھا۔ جرار نے ہاتھ بڑھا کر ٹیبل پہ پڑا فون اٹھا کر آن کر لیا۔

"موسم بہت خوب صورت تھا' سوچا آپ سے بات کروں۔" دوسری طرف وہ اپنے مخصوص نرم لہجے میں بات کر رہی تھی۔

"موسم ادھر بھی بہت خوب صورت ہے' بارش ہو رہی ہے۔" جرار کو آج اس کی آواز بہت دلکش لگ رہی تھی۔ پتا نہیں موسم کا اثر تھا کہ کچھ اور۔

"مجھے آپ سے محبت ہو گئی ہے؟" انبساط نے ایک دم دھماکہ کیا تھا۔ چار ماہ ہو گئے تھے انہیں بات کرتے ہوئے' سچ تو یہ تھا کہ جرار نے اس کا جو خاکہ بنایا تھا اس کے مطابق وہ بہت مہذب اور اعلا کردار کی لڑکی تھی' اس نے کبھی بھی کوئی گھٹیا بات نہیں کی تھی۔

جب بھی بات کرتی تو دی پوائنٹ کرتی۔ اس کے پاس معلومات کا خزانہ تھا' جو وہ وقتاً "فوقتاً" اس تک بھی منتقل کرنے کی کوشش کرتی۔

اس رات کی تنہائی میں اس کا یہ جملہ بارش کی کسی جلترنگ بجاتی بوند کی طرح اس کے ذہن و دل پہ گرا تھا۔ اتنے خوب صورت انداز میں ٹھہر ٹھہر کر کتنی بے ساختگی سے اس نے کہا تھا کہ مجھے آپ سے محبت ہو گئی ہے۔ اس جملے کے بعد اس نے کال منقطع کر دی تھی۔

جرار سیل فون ہاتھ میں لیے دیکھتا رہا۔ آج جانے کیوں اسے انتظار تھا کہ شاید وہ دوبارہ فون کرے۔ مگر ساری رات گزر گئی اس نے فون نہیں کیا۔ ایک تڑپ اور بے قراری کے حوالے کر گئی تھی وہ اسے جرار کو دوسرے دن بھی انتظار رہا مگر اس کی کال نہیں آئی۔ تیسرے دن اسے کسی کمی کا احساس ہوا اس نے خود کو سنبھالا ——— وہ چشمہ آیا ہوا تھا۔ پھوپھو کے بیٹے کی شادی تھی۔ وہ صرف دو دن کے لیے آیا تھا۔ بارات کافی لیٹ واپس آئی تھی۔ وہ پھوپھو کے گھر ہی دیگر کزنز کے ہمراہ بیٹھ رہا۔ پانچ خرنیند نے جکڑنے کی کوشش کی تو وہ واپس اپنے گھر آنے کے ارادے سے پھوپھو کے گھر سے نکلا۔ اس نے بالکل غیر ارادی طور پہ انبساط کا نمبر ڈائل کیا تھا۔

درختوں سے ڈھکی سڑک پہ وہ اکیلا جا رہا تھا۔ چودھویں کا چاند پوری آب و تاب سے چمک رہا تھا۔ پہلی بار جرار نے سوچا کہ انبساط کی آواز کتنی خوب صورت ہے۔ وہ کتنا دھیرے دھیرے بولتی ہے جیسے کوئی سبک ندی رواں دواں ہو' جیسے کوئی گنگنا رہا ہو۔

"انبساط آپ سے ایک بات کہوں برا تو نہیں مانیں گی نا۔"

عجیب سی جھجک تھی اس کے لہجے میں۔

"جی کہیے۔" جواباً وہ بڑے سکون سے بولی۔

"انبساط مجھے آپ سے محبت ہو گئی ہے' یہ میں کہہ

www.paksociety.com

WWW.PAKSOCIETY.COM

رہا ہوں جرار احسان درانی کہ مجھے پورے ہوش و حواس سمیت آپ سے محبت ہو گئی ہے۔ دو دن سے آپ سے بھاگ رہا ہوں کہ شاید یہ میری غلط فہمی ہو، مگر مجھے ادراک ہو گیا ہے کہ یہ میری غلط فہمی نہیں ہے، مجھے واقعی محبت ہو گئی ہے۔ میں آپ سے ہار گیا ہوں۔ مجھے سچ مچ محبت ہو گئی ہے۔" اس سے کتنا درد، تھکن اور سچائی تھی اس کے لہجے میں۔ کہیں سے بھی نہیں لگ رہا تھا کہ یہ شخص جھوٹ بول رہا ہے۔ بالکل یوں لگ رہا تھا کہ یہ لفظ واقعی اس کی زبان سے پہلی بار ادا ہو رہے ہیں۔ دھلے دھلائے نکھرے اور ستھرے لفظ۔

انبساط خاموش سی ہو گئی۔ ایسا سچ پوچھو تو اس نے سوچا ہی نہیں تھا کہ وہ ایسا بھی کہہ سکتا ہے۔ کیونکہ چار ماہ سے زائد ہو گئے تھے۔ اس دوران اس نے ہمیشہ جان چھڑانے والے انداز میں ہی بات کی تھی۔ پھر اس کے ہونٹوں پہ ایک تلخ سی مسکراہٹ آ گئی۔ وہ اب اپنے اصل کی طرف لوٹ رہا تھا۔ وہ یہ بات بالکل فراموش کر گئی تھی کہ کچھ ایسے ہی خیالات کا اظہار وہ پہلے بھی اس سے کر چکی ہے۔

ہما اور شاہ سے فی الحال ایسی کوئی بات نہیں ہو رہی تھی۔ کیونکہ شاہ کی شادی ہو گئی تھی اور وہ انتقام والا جنون بھی اب کے ذہن و دل سے اتر گیا تھا۔ وہ اپنی نئی زندگی میں مگن تھی، جبکہ ہما پہلے کی طرح خاموش رہنے لگی تھی۔

☆ ☆ ☆

جرار بہت تیزی سے قریب آنے کی کوشش کر رہا تھا۔ چونکہ اس کا فائنل سمسٹر چل رہا تھا۔ اس لیے گھر میں اس کی شادی کی باتیں دبی دبی زبان میں گردش کر رہی تھیں۔ پنڈی میں احسان صاحب کے کوئی پرانے دوست رہتے تھے۔ وہ پنڈی ایک کام کے سلسلے میں گئے تو ان سے برسوں بعد ملاقات ہوئی۔ وہ احسان صاحب کو گھر لے گئے۔ ان کی فیملی سے مل کر وہ بہت خوش ہوئے۔ ان کی سب سے چھوٹی بیٹی احسان صاحب کو بہت پسند آئی۔ اسے دیکھتے ہی ان کے دل نے خواہش کی تھی کہ یہ ــــ تمیزدار اور شائستہ سی لڑکی ان کے جرار کی دلہن بن جائے۔ اس خواہش کا اظہار انہوں نے شریک حیات سے بھی کر ڈالا۔ انہیں بھلا کیا اعتراض ہو سکتا تھا۔ بہانے سے وہ عائشہ اور شازیہ کو دوبارہ ان کے گھر لے آئے۔ وہ بھی خوش ہوئیں کیونکہ لڑکی انہیں بھی پسند آئی تھی۔

اب مسئلہ جرار کا تھا کہ اسے بھی لڑکی پسند آ جائے۔ ویک اینڈ پہ گھر آیا تو ممی پاپا نے گھیر لیا اور بتایا کہ وہ لڑکی دیکھ آئے ہیں۔ وہ بہت الجھا ہوا تھا۔ کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا۔ دل و دماغ میں جنگ جاری تھی۔ اس نے کہہ دیا کہ وہ خاندان میں ہرگز شادی نہیں کرے گا۔ ممی نے کہہ دیا کہ لڑکی خاندان کی نہیں ہے۔ پھر اس نے کہا کہ لڑکی اسے بھی ایک پسند ہے۔ ممی بار بار پوچھتی رہیں کہ کون ہے "بتاؤ" جواباً "وہ کچھ نہیں بولا" لیکن اس نے صاف کہہ دیا تھا کہ فی الحال وہ پاپا کے دوست کی بیٹی کو بھول جائیں۔ بھابھی تو روز ہی چھیڑتیں کہ تمہیں بھی محبت ہو ہی گئی ہے۔ جواباً وہ مسکرا دیتا۔ لیکن اندر سے وہ خود بھی پریشان تھا۔ انبساط خاموش تھی۔ اور وہ دھیرے دھیرے پگھل رہا تھا۔ اس کی توجہ پڑھائی سے ہٹی ہوئی تھی۔

اس نے تنگ آ کر انبساط سے کہہ دیا کہ وہ اس سے شادی کرنا چاہتا ہے اور یہ بھی کہ وہ اس کے بغیر رہ نہیں سکتا۔ وہ سن کر بہت ہنسی تھی۔

"انبساط میں نے تم سے ایک بار کہا تھا کہ مجھے جب محبت ہوئی تو میں اپنے والدین کو بتاؤں گا اور اس لڑکی کو اپناؤں گا، پوری عزت سے اپناؤں گا۔"

"لیکن آپ کی تو منگنی ہو چکی ہے۔"

"اف یار نہیں، تمہیں یہ غلط فہمی کیوں ہوئی ہے؟ میری کوئی منگنی نہیں ہوئی ہے، ہاں یہ ضرور ہے کہ ہمارے ہاں خاندان سے باہر شادیاں نہیں کی جاتیں، لیکن یہ کوئی طے شدہ اصول یا فارمولا نہیں ہے۔ میں نے گھر والوں کو کہہ دیا ہے کہ میں نے لڑکی پسند کر لی ہے۔ مجھے بتاؤ کہ میں کب لاؤں گھر والوں کو۔"

پہنچا تو اس کے ایک ایک انداز سے عیاں تھی۔ اب انبساط نے لبادہ اوڑھ لیا تھا۔ اب وہ انبساط فاروقی نہیں، بلکہ وہ انبساط تھی جو کالج ڈراموں میں حصہ لے کر انعام حاصل کرتی آئی تھی۔ جرار کو وہ خوابوں کی دلدل میں کتنے آگے لے آئی تھی۔

"ہمارے ہاں دلہن گھر کا سلا ہوا عروسی سوٹ پہنتی ہے، وہ بھی ریڈ کلر کا گوٹا لگا ہوا اور میک اپ بھی گھر کی عورتیں کرتی ہیں۔ دلہن کے سر میں تیل بھی لگاتے ہیں، تاکہ دلہن کا روپ جگمگائے اور دولہا کو ریڈ کلر کی دھوتی پہننا پڑتی ہے جو کہ دلہن والے ہی خریدتے ہیں۔ آپ یہ سب پہن لیں گے؟" جرار اس کے خاندان کی شادی کی رسمیں سن کر پریشان تھا۔

"چلو میں دھوتی پہن لوں گا لیکن جب تم میرے گھر آؤ گی تو ڈریس وہ والا پہنو گی جو میری ممی اور بھابھی پسند کریں گی۔ تم اپنے خاندان کی شادی کی رسمیں ضرور پوری کرو لیکن میرے ہاں آ کر تم کو وہی کرنا ہو گا جو میں چاہوں گا۔"

"چلیں آپ کے ہاں آ کر میں وہی کروں گی جو آپ کی مرضی ہو گی۔" جرار اس ادا پہ نثار ہی تو ہو گیا۔ مستقبل کے کتنے سارے خواب اس نے دیکھ ڈالے تھے۔ وہ بہتا جا رہا تھا اور انبساط دکھاتی جا رہی تھی۔

اس نے کہا تھا کہ میں تعلیم مکمل کرنے کے بعد شادی کروں گی۔ لیکن وہ اڑ گیا تھا۔

"میں اتنا انتظار نہیں کر سکتا، میرے پاس اگر رہ لینا، میں کچھ نہیں کہوں گا، تمہیں تنگ بھی نہیں کروں گا۔" دن بہ دن اس کی محبت کی شدت میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ انبساط کو لگ رہا تھا کہ اب یہ کھیل اس کی برداشت سے باہر ہوتا جا رہا ہے۔ جرار سچ مچ سیریس ہو گیا تھا اور اپنے گھر میں بھی ذکر کر رہا تھا۔ انبساط نے اپنے بارے میں سچ بتایا تھا، اس کا خیال تھا کہ چونکہ وہ ایک نیک مقصد کے لیے کام کر رہی ہے اس لیے اسے ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

ادھر فاروقی صاحب نے ان کی ساری فیملی کی دعوت کی تھی۔ اچانک ہی عین وقت پہ احسان صاحب کو ہنگامی ایک فوتگی میں جانا پڑ گیا تو انہوں نے جرار کو کہا کہ فاروقی صاحب کو فون کر کے معذرت کر لے کہ وہ آج نہیں آ سکتے۔ جرار نے نمبر لے کر کال کر دی۔ دوسری طرف سے جو آواز آ رہی تھی جرار کے لیے سو فیصد جانی پہچانی تھی۔ انبساط یقیناً اس نمبر پہ جرار کی آواز سن کر چونک گئی۔ اس نے تو یہ نمبر جرار کو نہیں دیا تھا۔

"کیسی ہو انبساط صاحبہ۔" جرار خوشگوار حیرت سے دوچار تھا لیکن وہ بہت پریشان تھی۔ سو فیصد یہ ہی فاروقی صاحب کی بیٹی تھی جو پاپا نے اس کے لیے پسند کی تھی۔

اس نے گھر والوں کو کہا کہ وہ فاروقی انکل کی بیٹی کو خود دیکھنا چاہتا ہے۔ بھلا کسی کو کیا اعتراض ہو سکتا تھا، الٹا سب خوش تھے۔ چنانچہ احسان صاحب، عائشہ، شازیہ، شاہ زیب اور جرار کے ہمراہ فاروقی صاحب کے گھر چلے آئے۔ انہوں نے اپنے آنے کا مقصد پہلے ہی بتا دیا تھا۔

چنانچہ انبساط نے بھی آ کر سب کو سلام کیا۔ جرار دل و جان سے متوجہ تھا۔ جب اس نے آ کر سلام کیا تو اسی وقت اس کا شک یقین میں بدل گیا کہ انبساط ہی اس کی جان جاناں ہے۔ سو فیصد وہی آواز تھی۔ اس نے بڑی گہری نظر سے انبساط کا جائزہ لیا تھا ــ اندر ہی اندر وہ جزبز ہو رہی تھی۔ مہمانوں کی آمد کا مقصد اسے بھی معلوم ہو چکا تھا۔ چنانچہ اس کا نروس ہونا بڑی عام اور فطری سی بات تھی۔ وہ بار بار اسے دیکھ رہا تھا۔ پیشانی پر اور انبساط کی ہتھیلیاں پسینے سے بھیگ گئی تھیں۔ جب وہ اس کے آگے چائے کا کپ رکھ رہی تھی تو اس نے بڑے دھیمے انداز میں پوچھا۔

"کیسی ہیں آپ انبساط صاحبہ۔" سن کر وہ چونک گئی تھی۔ ایسا لگ رہا تھا یہ آواز پہلے بھی سن چکی ہے، اونچا لمبا جاذب نظر جرار سب کو ہی اچھا لگا تھا اور اس نے بھی انہی کے گھر میں ہی بیٹھ کر اشارے سے اپنی پسندیدگی کے بارے میں آگاہ کر دیا تھا۔ جبکہ اس نے واپسی پہ بتایا تھا کہ یہ وہی لڑکی ہے جو اسے پسند ہے۔

www.paksociety.com

WWW.PAKSOCIETY.COM

لیکن اس نے یہ نہیں کہا تھا کہ میں اسے ٹیلی فونک رابطے کے ذریعے جانتا ہوں۔ اسے یہ کہنے میں انبساط کی توہین محسوس ہو رہی تھی۔ چنانچہ اس نے کہا تھا کہ انبساط کو اس نے یونیورسٹی میں دیکھا تھا' میرے دوست کی سسٹر کے ساتھ پڑھتی ہے' لیکن اسے یہ نہیں پتا کہ میں اسے پسند کرتا ہوں۔ نہ ہی یہ میرے بارے میں کچھ جانتی ہے۔ اس کا یہ سب کہنا ایک طرح سے سچ ہی تھا کیونکہ اس جرار کو وہ واقعی نہیں جانتی تھی۔ اس نے اس طرح اپنی پسندیدگی بھی ظاہر کر دی تھی اور انبساط کے کردار پہ آنچ بھی نہیں آنے دی تھی۔

بڑی جلدی میں منگنی کا فیصلہ کیا گیا۔ انبساط سے اس رشتے کے بارے میں رائے لی گئی۔ اسے بھلا کیا اعتراض ہو سکتا تھا۔ شادی کہیں نہ کہیں تو ہونی ہی تھی' کون سا اس کا کسی کے ساتھ محبت کا چکر تھا یا وہ کسی کو پسند کرتی تھی جو انکار کرتی۔ ویسے بھی گھر والوں کو لڑکا اور اس کی فیملی پسند تھی۔ امی ابو بھائی سب خوش تھے۔ اس نے سب کی رضامندی پہ سر جھکا دیا۔

منگنی قدرے سادگی سے ہی ہوئی۔ منگنی کے بعد پہلی بار جرار نے خود فون کیا کیونکہ جب سے اس کے رشتے کی بات چل رہی تھی اس نے بات کرنی چھوڑ دی تھی۔

جرار نے منگنی کے بعد شادی کا شور مچا دیا۔ ویسے بھی انجینئرنگ کرتے ہی اسے بہت اچھی جاب مل گئی تھی۔

شادی کی تیاریاں شروع تھیں' اس نے پرانی حیثیت میں انبساط کو دوبارہ فون کیا۔ لیکن اس نے بات نہیں کی۔ پھر اس نے وہ نمبر ہی بند کر دیا۔ کیونکہ وہ سمجھ چکی تھی کہ اس کی آئندہ زندگی ڈسٹرب ہو سکتی۔ بھی اس بات کو بھول گئی تھی۔ خود اس کے دل پہ لگا زخم مندمل ہو چکا تھا۔ سو انبساط نے اپنی آئندہ زندگی کی بہتری کے لیے یہی مناسب سمجھا کہ پرانے نمبر کو بند ہی کر دیا جائے۔ ویسے بھی جرار کی آواز سنتے ہی

پچھتاوے اس کا پیچھا کرنے لگے تھے۔

☆ ☆ ☆

شادی بڑی دھوم دھام سے ہوئی۔ وہ رخصت ہو کر جرار کے گھر آ گئی۔ رات گئے دولہا میاں اس کے پاس تشریف لائے۔

"میں تو سوچ رہا تھا کہ گھونگھٹ والا ریڈ سوٹ دیکھنے کو ملے گا جو آپ کے خاندان کی بڑی پیاری عورتیں خود سلائی کرتی ہیں اور آپ نے بالوں میں تیل بھی لگایا ہو گا لیکن یہاں تو بڑا زبردست سا ریڈ بلڈ کلر کا لہنگا دیکھنے کو مل رہا ہے اور بالوں میں تیل بھی نہیں۔ اور تو اور آپ کو رات میں ہی دیکھنے کا موقع مل گیا ہے۔" جرار کا لہجہ بہت شرارتی تھا۔ انبساط جھکے سر اور بند لرزتی پلکوں سمیت سامنے بیٹھی تھی۔ جرار کے نام اور دوسری بہت سی حیرت انگیز مماثلت کی وجہ سے انبساط کو شک تو پہلے بھی تھا۔ دل و دماغ میں کوئی چیز کھٹکی بھی تھی اور ابھی اس کی آواز سن کر سب خدشات درست ثابت ہوئے تھے۔ یہ باتیں جو اس نے مذاق مذاق میں کی تھیں' جرار کے علاوہ کوئی نہیں جانتا تھا۔ اس نے دلہناپے کی پروا کیے بغیر آنکھیں پٹ سے کھول دیں۔

اتنا بڑا شاک لگا تھا ہوتے ہوتے آنسوؤں نے آنکھوں کا راستہ دیکھ لیا تھا۔ پھر تو ہچکیاں ہی بندھ گئیں اس کا رونا ختم ہی نہیں ہو رہا تھا۔ جرار پریشان سا ہو گیا۔ وہ مسلسل رو رہی تھی۔ کسی طرح چپ ہونے میں نہیں آ رہی تھی۔

"پلیز انبساط بتاؤ تو سہی ہوا کیا ہے۔ کیا تمہاری طبیعت خراب ہے۔ لگتا ہے تم تھک گئی ہو' پلیز آرام کرو۔ یہ دودھ پڑا ہے پی لو اور ایزی ہو جاؤ شاباش۔" اس کی خاموشی سے جرار نے خود ہی نتیجہ اخذ کیا کہ وہ تھک گئی ہے اور گرمی کی وجہ سے اس کی طبیعت خراب ہو گئی ہے۔ کئی تحقیقاتی باتیں اس کے ذہن میں آئی تھیں لیکن ان میں کسی بھی منفی خیال کی

آمیزش نہیں تھی۔

انبساط کی وجہ سے جرار نے وہ رات سوتے جاگتے گزاری تھی۔ صبح کسی حد تک وہ خود کو سنبھال چکی تھی۔

اس کے بعد جرار نے اس کے رویے پہ حیرت انگیز تبدیلیاں نوٹ کیں۔ رات کو اس کی کوشش ہوتی کہ جب جرار سو جائے وہ تب کمرے میں جائے۔ وہ ادھر ادھر کے بلاوجہ کاموں میں لگی رہتی' حالانکہ گھر میں ملازم موجود تھے۔ شادی کے شروع کے دن تھے جرار چاہتا کہ وہ زیادہ سے زیادہ وقت اس کے ساتھ گزارے۔ لیکن وہ بچتی پھرتی۔ یوں لگتا جرار کی قربت اسے پسند نہیں۔ وہ پاس ہوتا تو سہمی اور گھبرائی ہوئی لگتی۔

شروع میں جرار سارے خیالات میں مگن تھا لیکن آہستہ آہستہ انبساط کی بے زاری اس پر واضح ہونے لگی۔ جرار مخاطب کرتا تو وہ جواب دیتی۔ خود سے وہ اسے کم ہی بلاتی۔ پہلے وہ یہی سمجھتا رہا کہ انبساط نئے ماحول اور نئے لوگوں میں ایڈجسٹ کرنے کی کوشش کی وجہ سے اپ سیٹ ہے۔ پھر وہ سوچتا کہ انبساط نے کہا تھا میں تعلیم مکمل کیے بغیر شادی نہیں کروں گی میں ڈسٹرب ہو جاؤں گی آپ کی بہت سی ذمہ داریاں ہوں گی اور میرے بہت سے فرائض ہوں گے آپ کی خواہش ہو گی کہ میں ہر وقت آپ کے پاس رہوں لیکن میری کتابیں پہلی ترجیح ہوں گی۔ اس کے بعد ہی میں آپ کے بارے میں سوچوں گی۔ اب تو اس کے ذہن میں یہ خیال راسخ ہو چکا تھا کہ انبساط دوران تعلیم اس کے شادی کر لینے کی وجہ سے کچھ آفری اور ناراض سی ہے۔ تب ہی وہ اسے سیدھے منہ بات نہیں کرتی ہے۔

اس خیال کا آنا تھا کہ اس نے از خود ہی بہت سی پابندیاں خود پہ لاگو کر لیں۔ اس نے خود سے عہد کیا تھا کہ جب تک انبساط کے فائنل سمسٹر سے فارغ نہیں ہو جاتی تب تک وہ اسے پریشان نہیں کرے گا نہ

ہی اپنے شوہرانہ حقوق کے سلسلے میں اس پہ کوئی دباؤ ڈالے گا۔ یہ عہد بہت سخت تھا لیکن اس نے نبھانے کی کوششوں کا آغاز کر دیا تھا کیونکہ اسے انبساط سے سچ مچ کی محبت تھی۔ اس نے انبساط سے کہہ بھی دیا تھا کہ تم پریشان مت ہو میں اب تمہیں تنگ نہیں کروں گا۔ لیکن اس کے باوجود بھی اس کا موڈ آف ہی رہا۔ اسے تو گویا جرار کی پروا ہی نہیں تھی۔ رات وہ تکیہ اٹھا کر صوفے پہ چلی جاتی۔ چھٹیوں میں سب رشتہ دار جمع ہوئے۔ لیکن کسی سرگرمی میں اس نے حصہ نہیں لیا وہ بیٹھ کر دیکھتی رہتی۔ ناپسندیدگی اس کے چہرے کے تاثرات اور آنکھوں سے عیاں ہوتی۔

وہ اب بھی خوش نہیں تھی۔ جیسے کہ وہ جرار کی فون کالز ریسیو کرنا چھوڑ دی۔ میسج کا جواب دینا تو گویا اس کی شان کے خلاف تھا۔ وہ اس رویے کا سبب جاننا چاہ رہا تھا۔ اسے تو کچھ سمجھ نہیں آ رہی تھی۔ ایک دو بار' بلور اور دعا کا نام ضرور اس کے لبوں پہ آیا تھا لیکن جرار نے توجہ نہیں دی تھی۔

لیکن آج رات اس نے اس پہلو پہ بہت سوچا اور بار بار سوچا۔ ایک دن اس کی یادداشت میں تازہ تھا۔ اس کے صبر کا پیمانہ اب چھلکنے کو تھا۔ انبساط سو چکی تھی ورنہ وہ پوچھ کر رہتا۔

☆ ☆ ☆

ملازم کی زوردار آواز سے انبساط کے ساتھ ساتھ جرار کی بھی آنکھ کھل گئی۔ انبساط نے فوراً ملازم سے کیا اور دوپٹہ سر پہ لے کر دوپٹہ شانوں پہ ڈالتی کچن میں چلی گئی۔ وہیں سنک کے سامنے ہی دال فاطمہ چپاتیوں کے لیے تازہ آٹا گوندھ رہی تھی۔ انبساط نے بھی سحری کی تیاری میں ان کی مدد کرانی شروع کر دی۔ آہستہ آہستہ خود ہی سب بیدار ہو کر ڈائننگ ہال میں جمع ہونے لگے۔ نہیں اٹھا تو جرار نہیں اٹھا۔ عائشہ نے تیسری بار انبساط سے کہا کہ جا کر جرار کو اٹھا دو سحری کا وقت کم رہ گیا ہے۔ پہلے دو بار اس نے سنی ان سنی کر دی تھی

www.paksociety.com

WWW.PAKSOCIETY.COM

لیکن اب اگر وہ اگنور کرتی تو بدتمیزی میں شمار ہوتی۔ جرار پیٹ کے بل لیٹا ہوا تھا۔ جانے اب وہ سو رہا تھا کہ جاگ رہا تھا۔ اس کا منہ دیوار کی طرف تھا۔ انبساط نے دو تین بار آواز دی تو وہ رخ موڑ کر سیدھا ہو گیا۔ وہ پہلے سے جاگ رہا تھا اس کی سرخ سرخ آنکھیں شب بیداری کی چغلی کھا رہی تھیں۔ انبساط کو خوف سا آ گیا۔

"آ کر سحری کر لیں ٹائم کم ہے۔" وہ دروازے سے کھڑے کھڑے ہی اطلاع دے کر پلٹ گئی۔ جرار بھنا سا گیا۔

"انبساط بیگم تمہارے سہارے کس بل نہ نکالے تو میرا نام بھی جرار نہیں۔" وہ دانت پیستا واش روم تک آ گیا۔ انبساط کونے والی میز پر شازیہ بھابھی کے ساتھ بیٹھی تھی۔ جرار کو کھانے کا ذرا بھی دل نہیں تھا۔ اس نے دودھ میں ملا روح افزا کا ایک گلاس پیا اور پھر ایک پیالہ میٹھے دہی کا کھایا۔ ممّا کہتی رہیں کہ تازہ سالن بنا ہے تمہاری پسند کا تھوڑا سا چپاتی کے ساتھ کھالو۔ مگر اس نے نفی میں سر ہلا دیا۔

رمضان المبارک کا آخری عشرہ چل رہا تھا۔ اسے پشاور واپس جانا تھا۔ اب چاند رات کو ہی واپسی ہونی تھی۔ لیکن جانے سے پہلے وہ انبساط سے باز پرس کرنا چاہتا تھا۔ اس کے ذہن میں موجود شبہات دن بدن زور پکڑتے جا رہے تھے۔ اپنے اماں ابا کی پسند سے اس نے شادی کی تھی۔ بن دیکھے محبت کی تھی۔ علی کی طرح بھی کسی سے فلرٹ کرنے کا خیال ہی نہیں آیا تھا۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اسے انبساط سے محبت ہو جائے گی کیونکہ شروع میں وہ بات بھی نہیں کرتا تھا۔ علی سے ہما کی بابت سن کر اسے ان بے وقوف لڑکیوں پہ افسوس ہوتا تھا۔ لیکن انبساط نے اپنی جگہ بنا لی تھی۔ اب جانے کیوں اسے شک سا تھا کہ جیسے انبساط، ہما اور علی کے درمیان کوئی گہرا ربط رہا ہے۔ کیونکہ شروع میں انبساط بدلے اور انتقام کی باتیں بھی کرتی تھی۔ جنہیں اس نے خاص اہمیت نہیں دی تھی۔

انبساط کے اس رویے کے پس منظر میں کوئی نہ کوئی گتھی ضرور تھی۔ ورنہ فون والی انبساط اور اس انبساط میں کوئی نہ کوئی ربط ضرور ہوتا۔ مگر اب اور تب میں زمین و آسمان کا فرق تھا۔۔۔ محبت کرنے والی جان نثار کرنے کی باتیں کرنے والی انبساط جانے کہاں کھو گئی تھی؟

٭ ٭ ٭

حسب معمول وہ کافی لیٹ سونے کے ارادے سے آئی تو جرار خلاف توقع جاگ رہا تھا۔ لائٹ بھی جل رہی تھی۔ وہ تکیہ اٹھا کر جونہی صوفے کی طرف جانے لگی جرار نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

"میرے پاس ہی بیٹھو۔" گرفت کے برعکس اس کے لہجے میں نرمی تھی۔ اسے کوشش کے باوجود انکار کی جرأت نہیں ہوئی اس نے خاموشی سے آنکھیں نیچی کر لیں تو جرار نے بازو چھوڑ دیا۔ کچھ دیر وہ خاموش رہا جیسے الفاظ ڈھونڈ رہا ہو۔

"انبساط تمہیں میرے گھر والوں سے کوئی شکوہ ہے یا میری ذات سے کوئی شکایت ہے تو بتاؤ۔ تمہیں کسی بھی قسم کی کوئی تکلیف ہے تو بتاؤ میں سچ کہہ رہا ہوں کہ۔۔۔ کوئی بھی پرابلم ہے تو میں اسے دور کرنے کی کوشش کروں گا۔ مجھے صرف ایک بار بتاؤ۔

میں نے تم سے باقاعدہ شادی کی ہے سینکڑوں لوگوں کی موجودگی میں بیوی بنا کر لایا ہوں۔ کوئی کھیل نہیں کھیلا ہے تمہارے ساتھ میں سوچ سوچ کر پریشان رہتا ہوں کہ تمہارے اس گریزپا رویے کا سبب کیا ہے۔ آج میں بات کہہ رہا ہوں کل اور بھی کہنے لگیں گے۔ اور مجھے اس قسم کی توہین گوارا نہیں ہے۔ جو بات تمہارے دل میں ہے کہہ دو میں اقرار کر رہا ہوں اور اگر تمہاری شکایت جائز ہوئی تو میں اسے دور کرنے کی ہر ممکن کوشش کروں گا یہ میرا وعدہ ہے اور اتنا تو تمہیں پتا ہی ہو گا کہ میں جو وعدہ کرتا ہوں اسے پورا کر کے رہتا ہوں۔"

وہ بول رہا تھا اور انبساط خاموشی سے سن رہی تھی۔

"پلیز اب بولو بھی۔"

جرار نے اس کا سر ہلایا تو وہ ایک دم جیسے کسی خواب سے جاگی۔

وہ پھر کہتی چلی گئی جو کچھ ہما اور شا کی زبانی اسے پتا تھا سب کچھ بولتی بتاتی گئی۔

جرار نے اس دوران اسے ایک بار بھی نہیں ٹوکا نہ بولا نہ اپنی صفائی پیش کی۔ خاموشی سے الزامات کی بوچھاڑ برداشت کرتا رہا۔ بہت دیر بعد وہ تھک ہار کر خاموش ہوئی تب وہ بولا۔

"تم نے کچھ اور تو نہیں کہنا؟" جواباً اس کا سر نفی میں ہلا تو پھر اس نے بات شروع کی۔

"انبساط میں کوئی قسم نہیں کھاؤں گا بس یہی کہوں گا تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے تم نے اپنی دوست ہما سے پوچھا کہ اس لڑکے کا نام کیا تھا تم نے بتایا کہ اس لڑکے کی منگنی اپنے خاندان میں ہو چکی تھی۔ اور لڑکے کی پسند پہ منگنی ہوئی ظاہر ہے تمہاری دوست نے جب میرے نمبر اور سم چیک کروایا تو اتنی باتوں کا علم ہونا حیرت کی بات نہیں ہے۔ مجھے میری سچائی کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ تمہیں بتا دوں ابھی بھی خاندان میں میری منگنی یا پسندیدگی کا چکر ہی نہیں چلا۔ تمہاری دوست ہما سے میرا دوست علی باتیں کرتا تھا۔ اور مجھے ایک ایک تفصیل کا علم ہے۔ یقیناً اس نے ہما کو بھی اپنے فرینڈز اور لڑکیوں کے بارے میں بھی بتایا ہو گا۔ ابھی میں تمہاری زبان سے ملوا "ہما" ارم کا نام سن کر چونکا تھا۔ خیر میں علی سے تمہاری بات کراؤں گا۔ اور تم ہما کو میری آواز سنوا کر تصدیق کر لو کہ اس کا مطلوبہ لڑکا میں ہوں کہ نہیں تم ابھی کال کر لو۔" جرار نے اپنا سیل فون اس کے ہاتھ میں پکڑا دیا۔

کال دیر تک جاتی رہی مگر وہ ریسیو نہیں کر رہی تھی۔ جرار بڑے صبر سے انتظار کر رہا تھا۔ تیسری بار اس نے کال ریسیو کر ہی لی۔ ہما سو رہی تھی۔ اس وقت انبساط کی کال نے اسے حیرت میں ڈال دیا تھا۔ نمبر بھی اجنبی تھا اس کے لیے۔

انبساط نے سلام کے بعد ادھر ادھر کی باتیں شروع کر دیں۔ تب کچھ دیر جرار نے اس کے ہاتھ سے سیل فون لے لیا۔

"السلام علیکم ہما کیسی ہو؟" انبساط کے ساتھ ایک ہی نمبر سے جرار بھائی کی آواز سننے کا تجربہ اس کے لیے بہت حیران کن تھا۔ جرار نے بڑی خاموشی سے اسپیکر آن کر دیا تھا۔ ان دونوں کی باتیں وہ بھی سن سکتی تھی۔ جرار نے مختصراً انبساط سے اپنی پسندیدگی اور پھر شادی کے معاملے کا بتایا لیکن اس دوران اس نے ایک بار بھی بھولے سے یہ نہیں کہا کہ میری بیوی غلط فہمی کا شکار ہے۔ ہما اسے بھائی بھائی کہہ رہی تھی۔ جرار نے علی کے موجودہ حالات کا بتایا کہ اس کی منگیتر کو کینسر ہو گیا ہے اور وہ نئے سرے سے ایک اور لڑکی کے ساتھ انوالو ہے۔ ہما نے سن کر کسی خاص تاثر کا اظہار نہیں کیا۔ ویسے بھی اب اسے صبر آ گیا تھا۔

اسے سب پتا تھا کہ علی جرار کا نمبر کچھ عرصہ استعمال کرتا رہا تھا۔ یہ بات بھی زیر بحث آ گئی تھی۔ ہما نے زندگی گزارنے کا گر سیکھ لیا تھا۔ اب اسے کوئی دکھ نہیں تھا اس نے بڑے سکون سے جرار سے بات کی تھی۔ وہ ایک بار بھی نہیں روئی۔ ورنہ اس سے پہلے ہما کی جب بھی جرار سے بات ہوئی روتے ہوئے ہی ہوئی۔

وہ انبساط کے ساتھ اس کی شادی پہ خوش تھی۔ جرار نے فون بند کرنے سے پہلے وعدہ لیا کہ وہ اب ان سے رابطے میں رہے گی۔ ہما نے اس کی خوشگوار زندگی کے حوالے سے نیک تمناؤں کا اظہار کیا۔

انہی باتوں کے دوران سحری کا ٹائم ہو گیا۔ جرار نے اس کا سیل فون اس طرف بڑھایا۔ جو اس نے بڑے مرے مرے ہاتھوں سے تھاما۔

٭ ٭ ٭

وہ پشاور جانے کے لیے تیار ہو چکا تھا۔ انبساط ایک طرف کرسی پہ بیٹھی تھی۔ جرار برش کر کے گھوما اور اس کی طرف دیکھا۔

"تم نے مجھے بڑے آرام سے فلرٹی اور ٹائم پاس کرنے والا نوجوان قرار دیا تھا مجھے اتنا بتا دو کہ تم میرے

www.paksociety.com

WWW.PAKSOCIETY.COM

ساتھ کیا کرتی رہیں۔ پورے دس ماہ کے دوران جو تم نے کیا وہ کیا تھا۔ وہ وعدے وہ قسمیں وہ خواب جو تم مجھے اپنی باتوں کے سہارے دکھاتی رہیں۔ اور پھر ایک دن بڑے آرام سے کہہ دیا کہ آئندہ مجھے فون نہ کرنا میری شادی ہو رہی ہے۔

تم خود کیا ہو؟ اچھی طرح سوچ لینا۔ مجھے کوئی دکھ اور افسوس نہیں ہے میں نے تم سے ایک بار کہا تھا کہ مجھے جب محبت ہوگی تو میں اس لڑکی کو اپناؤں گا ہمیشہ کے لیے اپنی عزت بناؤں گا۔ اور میں نے ایسا ہی کیا یہ تو قسمت کا اتفاق تھا کہ تم پاپا کے دوست کی بیٹی نکل آئیں اور مجھ سے بھی پہلے انہوں نے تمہیں میرے لیے پسند کرلیا۔ ایک اتفاق کے ذریعے ہی یہ بات میرے علم میں آئی ورنہ تم تو ایک خواب دکھا کر غائب ہوگئی تھیں اپنا نمبر ہی آف کردیا تھا کہ میں ساری زندگی تمہیں ڈھونڈتا رہوں تلاش کرتا رہوں اندھیرے میں ٹامک ٹوئیاں مارتا رہوں۔

جو ظلم علی نے ہما کے ساتھ کیا ارم کے ساتھ کیا وہی ظلم تم نے میرے ساتھ کرنا چاہا۔ یہ تو میری قسمت اچھی تھی جو میں اس تکلیف سے بچ گیا تم شروع میں ہی ایک بار مجھ سے تصدیق تو کرلیتیں ہما کے بارے میں۔ تم بس مجھ سے باتیں کرتی رہیں۔ اگر کھل کر بتا دیتیں تو کتنا اچھا ہوتا۔ کم سے کم مجھے پچھتاوا نہ ہوتا۔"

اس نے جھک کر میز سے کی چین، گلاسز اور اپنا سیل فون اٹھایا۔

"ایک بار ضرور سوچنا کہ کیا کسی لمحے تمہیں بھی مجھ سے محبت ہوئی۔ تم جو خواب مجھے دکھاتی تھیں کیا خود بھی ان کا حصہ بنیں؟ او کے ٹیک کیئر! اپنا خیال رکھنا۔" وہ متوازن قدموں سے چلتا باہر نکل گیا۔

✿ ✿ ✿

انبساط کا تو وہ حال تھا کہ کاٹو تو بدن میں لہو نہیں۔ وہ مرے مرے قدموں سے وہیں ڈھیری ہوگئی۔ شرمندگی حد سے سوا تھی۔ جرار نے تو صرف حقیقت بتائی تھی۔ لیکن اس حقیقت کے آئینے میں اسے اپنا چہرا صاف دکھائی دے رہا تھا۔

وہ خود کو کتنا عقل مند اور باشعور تصور کرتی تھی۔ وہ کیسی جذباتی باتوں میں آکر خود بھی جذباتیت کی رو میں بہہ گئی تھی بلکہ فون کے سہارے ایک بگڑے لڑکے کو سنوارنے چلی تھی ایک فرضی سے انتقام لینے چلی تھی۔ کیا ایسا ممکن تھا کہ وہ فون کے سہارے بدلہ لے سکتی اسے ثبوت کرسکتی اوروں کی بھلائی کرتے کرتے وہ اپنے پاؤں پہ کلہاڑی مارنے چلی تھی۔ جرار کو تو اس نے کتنے مزے سے فرضی اور ناکام پاس کہہ دیا تھا اور وہ خود کیا تھی۔ لڑکی ہونے کے باوجود جھوٹی محبت کا ڈرامہ رچایا اپنی نسوانیت کا ذرہ بھر خیال نہیں کیا۔ خوابوں کی وادیاں اس کے ساتھ گھومی۔ جرار کے ساتھ بچوں کی تعداد تک وہ پلان کرچکی تھی۔ بے شک یہ سب جھوٹ تھا لیکن اس جھوٹ میں اس نے اپنی انا و عزت نفس اور نسوانیت کو داؤ پہ لگایا تھا جرار کو تو پتہ نہیں تھا کہ وہ جھوٹ بول رہی ہے۔ صرف ایک ڈرامہ کررہی ہے ایسا ڈرامہ جس میں کوئی حقیقت نہیں ہے اس میں اور باقی لڑکیوں میں کوئی فرق نہیں تھا۔

جرار اسے آئینہ دکھا رہا تھا۔ اور یہ سب کتنا تلخ تھا اسے بری طرح رونا آرہا تھا۔ جرار پشاور جاچکا تھا۔ سات روزے باقی تھے اب اسے عید پہ ہی واپس آنا تھا۔

✿ ✿ ✿

عائشہ بیگم نے اسے اور شازیہ کو کہا تھا وہ اپنی عید کی شاپنگ کرلو۔ اس کا دل نہیں چاہ رہا تھا خریداری کرنے کا۔ مگر عائشہ بیگم کے پیار بھرے اصرار کے سامنے اس کی نہیں چلی۔

عید کو صرف چار دن باقی رہ گئے تھے۔ ستائیسویں شب کو اس نے بڑی رقت قلب کے ساتھ دعا مانگی تھی۔

جرار کی ساری باتیں یاد تھیں اسے شرمندگی کے بھرے سمندر میں پھینک رہی تھیں کیا کیا کہتی رہی تھی وہ اسے۔ وہ اسے کتنی لوز کریکٹر لڑکی سمجھتا ہوگا

اب اس نے جرار کو باتوں باتوں میں اتنی شہہ دی تھی کہ وہ بات آگے نکل آیا تھا لیکن تکلیف دہ پہلو تو یہ تھا کہ وہ اپنی محبت اور جذبات و احساس میں سچا تھا وہ اس کے ساتھ کھیل رہی تھی۔ ڈرامہ کررہی تھی۔

✿ ✿ ✿

انتیسویں روزے کو افطار کے بعد وہ لان میں آکر بیٹھ گئی تھی پاس سے اریبہ، نوشی اور ان کی فیملی بھی جمع ہوگئی تھی۔ اچھی خاصی رونق لگی تھی۔ مگر اس کا دل بہت اداس تھا

جرار جو گیا تھا تو ابھی تک اس سے کوئی رابطہ نہیں کیا تھا۔ پہلے جب وہ پنڈی رہنے گئی تھی تو اس کی خیر خبر کے لیے وہ روز فون کرتا۔ انبساط کی آواز سنے بغیر اسے چین کہاں آتا تھا۔ انبساط کی خود ہمت نہیں پڑتی تھی کہ اس سے بات کرے۔ اسے خوف سا تھا کہ جانے وہ آگے کیا کہہ دے۔

آسمان صاف اور نکھرا نکھرا تھا۔ اس کی آنکھیں بھری آرہی تھیں۔ اندر سے ہنسی مذاق شور و قہقہوں کی آوازیں باہر تک آرہی تھیں۔ ٹی وی پہ چاند نظر آنے کا اعلان ہوگیا تھا۔ اسامہ کچھ دیر پہلے ہی اس کے پاس آکر بیٹھا تھا۔ اس نے جھکے سے ہاتھ کی پشت سے بڑی بے دردی سے آنکھوں کو رگڑا۔

"بھابھی چلیں بازار لائبہ، اریبہ، نوشی بھی جارہی ہیں۔ آپ بھی آئیں اپنے بازار کی رونق آپ کو دکھا لاؤں۔" وہ بہت ہشاش بشاش تھا۔

"نہیں جرار کے ساتھ جاؤں گی انہوں نے کہا تھا وہ چاند رات کو آئیں گے۔" اس نے بڑے مضبوط لہجے میں کہا۔ عین اسی لمحے گیٹ پہ جانا پہچانا مخصوص ہارن بجا۔

پل بھر میں جرار کی آمد کی خبر ہوگئی سب باہر نکل آئے۔

وہ سب سے ملا لیکن مجال ہو جو اس نے ایک نظر بھی انبساط پہ ڈالی ہو۔ بس نارمل سے انداز میں اسامہ کے سامنے اس کی خیریت پوچھی۔ پھر وہ لوگوں کے ساتھ باتوں میں مصروف ہوگیا۔

کافی دیر بعد لڑکیوں نے شور کیا کہ ہمیں مارکیٹ جانا ہے۔ عائشہ بیگم نے جرار سے بھی کہا کہ لے جاؤ۔ انبساط کی پہلی عید ہے وہ بھی یہاں کا رونق میلہ دیکھ لے ناچار اسے تیار ہونا پڑا۔

جرار نے مناسب سی جگہ دیکھ کر گاڑی پارک کردی۔ اسامہ بھی ان کے ساتھ تھا جرار کے ساتھ انبساط اکیلی ہی بیٹھی تھی باقی اسامہ اور شاہ زیب بھائی کے ساتھ تھے اریبہ، لائبہ بڑے شوق سے مہندی لگوا رہی تھیں اس کا جی نہیں چاہا کہ مہندی لگوائے۔ چوڑیوں کے اسٹال پہ کھڑے ہو کر لائبہ، اریبہ اور شازیہ بھابھی نے چوڑیاں پہنیں بھابھی نے اسے بھی کہا کہ چوڑیاں پہن لو۔ اس سے پہلے کہ وہ کلائی آگے کرتی جرار نے منع کردیا۔

"چوڑیاں ادھر سے خرید لو لیکن گھر جاکر خود پہن لینا۔" اس کا انداز قطعی اور بے لچک تھا۔

"لو ہو اتنی تنگ نظری۔" بھابھی نے چھیڑا لیکن وہ خاموش رہا۔

انبساط نے ایک جگہ سے عید کارڈز خریدے۔ اور ایک بالکل الگ کرکے رکھ دیا بازار میں بہت رونق تھی۔ رات قطرہ قطرہ ڈھل رہی تھی اور قدرے خوشگوار تھی۔

ان سب کی واپسی رات گئے ہوئی۔ اماں فاطمہ نے خصوصی ڈشز پہلے ہی تیار کرکے رکھ دی تھیں تاکہ صبح دونوں بہوؤں کا کام آسان ہوجائے۔ انبساط کو ان کی حد درجہ محبت پہ پیار سا آگیا۔ اس نے عید کارڈ مہندی اور چوڑیاں اماں فاطمہ کے لئے بھی خریدی تھیں وہ ابھی تک کچن میں ہی تھیں۔ انبساط نے تینوں چیزیں انہیں دیں تو پہلے وہ ایکدم حیران ہوگئیں پھر اسے خود سے لپٹالیا۔ وہ پل بھر میں ہی نہال ہوگئی تھیں۔ "دودھوں نہاؤ پوتوں پھلو اللہ سدا خوش رکھے۔"

www.paksociety.com

WWW.PAKSOCIETY.COM

انہوں نے ہاتھ اٹھا کر دعا دی تو وہ شرما سی گئی۔
عائشہ بیگم سمیت وہ اوروں کو پہلے ہی کارڈ دے آئی تھی۔ بس جرار کو کارڈ دینا باقی تھا۔

☆ ☆ ☆

کچھ ہونٹوں سے
کچھ آنکھوں سے
کچھ لمس سے تحریر کریں
تم آؤ تو ہم بھی عید کریں
ان لمحوں کو
ان چاہتوں کو ان بوسوں کو زنجیر کریں
تم آؤ تو ہم بھی عید کریں
ہاتھوں پہ مہندی بھی رچی ہو
کلائی میں چوڑیاں بھی کھنکتی ہوں
وصل سے یہ آنکھ بھی شرمائی ہو
شدت قرب کا یہ دل بھی تمنائی ہو
پھر پیار کی تجدید کریں
کچھ لمحوں کو زنجیر کریں
تم آؤ تو ہم بھی عید کریں
تم آؤ تو ہم بھی عید کریں
تم آؤ تو
تم آؤ تو...

بیڈ کے ساتھ سائیڈ ٹیبل پہ پڑے کارڈ نے فوراً اس کی توجہ اپنی طرف مبذول کروائی تھی۔ کارڈ پہ بہت خوبصورت چھوٹے چھوٹے پھول بنے تھے اور ان سے بھی زیادہ خوبصورت لکھائی میں "آپ کے لیے" تحریر تھا۔ اس کے ہونٹوں پہ مسکراہٹ آگئی۔ انبساط واش روم میں تھی۔ اس نے پڑھ کر کارڈ رکھ دیا۔ وہ نہا کر تولیے سے بال جھٹکتی باہر آئی۔

"انبساط میں نے تمہارے لیے عید کے کپڑے اور کچھ چیزیں لی تھیں وہ بیگ میں پڑی ہیں۔ نکال لینا۔" اس نے بتا کر کروٹ بدل لی۔ اور ہمیشہ کی طرح تکیہ بھی آنکھوں پہ رکھ لیا۔

وہ فوراً بیگ کی طرف گئی اور کھول کر سب کچھ باہر نکالا۔

"انبساط سونے سے پہلے لائٹ بند کر دینا۔" اس نے تکیہ آنکھوں سے ہٹا کر یاد دہانی کروائی۔ رات کافی زیادہ ہو گئی تھی۔ صبح ہونے میں چند ہی گھنٹے تھے یقیناً وہ ڈرائیونگ کر کے تھک گیا تھا۔ انبساط نے لائٹ بند کر دی۔ آج وہ تکیہ اٹھا کر صوفے کی طرف نہیں گئی تھی بلکہ وہیں بیڈ پہ ٹکی بیٹھی تھی۔ لیکن جرار سو چکا تھا۔ اس میں ہمت نہیں تھی خود سے اس کی طرف ہاتھ بڑھانے کی۔ سو چپ کر کے وہیں لیٹی رہی۔

☆ ☆ ☆

سب حضرات صبح تیار ہو کر نماز کے لیے مسجد جا چکے تھے۔ شازیہ بھابھی کی کوشش تھی کہ وہ ان سب کے آنے سے پہلے تیار ہو جائیں۔ سو ان کی کوشش عروج پہ تھی۔

جرار عید کی نماز پڑھ کر چھوٹے چاچو کی طرف چلا گیا۔ باقی گھر آگئے۔ احسان انکل اور شاہ زیب کے ہمراہ وہ نہیں تھا۔ اسے مایوسی ہوئی اپنی مایوسی کو خوشدلی کے پردے میں چھپاتی وہ سب سے عید ملی۔ احسان انکل اور شاہ زیب نے عیدی دی تو اسے رونا آگیا۔

وہ کچن میں آکر فروٹ چاٹ اور سویاں ڈش میں ڈال رہی تھی جب جرار نے اس سے پانی مانگا۔ اس نے فوراً فریج سے ٹھنڈے پانی کی بوتل نکال کر گلاس بھر کر اس کی طرف بڑھایا تو تب جرار نے اس کی سوجی سوجی آنکھیں دیکھیں۔ وہ سب سے عید مل کر ابھی آیا تھا۔ وہ کہیں نظر نہیں آرہی تھی۔ اس کی متلاشی نگاہوں کا مرکز شازیہ بھابھی کو بخوبی پتا تھا جبھی تو اشارہ کیا کہ وہ کچن میں ہے۔ وہ اسی کے لائے ہوئے سوٹ میں ملبوس تھی۔ کلائی میں چوڑیاں بھی تھیں مہندی اس نے خود رات میں لگائی تھی۔ سادہ سی لیکن بہت اچھی لگ رہی تھی۔

"انبساط ذرا کمرے میں آنا میں لوٹ رہا ہوں۔"

گلاس رکھ کر نکل گیا تھا۔
وہ اندر آئی تو جرار مصروف سے انداز میں کچھ ڈھونڈ رہا تھا۔

"جی آپ نے بلایا تھا؟" وہ آنکھوں پہ پانی کے چھینٹے مار کر حتی الامکان ان کی سوجن چھپانے کی سعی کر چکی تھی۔

"ارے ہاں میں جاتے وقت والٹ سے نکال کر تمہاری عیدی یہاں رکھ کر گیا تھا تم نے اٹھا تو نہیں لی۔"

وہ دراز بند کر کے اس کی طرف متوجہ ہوا۔ چبھن سی اس کے اندر کچھ ٹوٹا تھا وہ اتنی گئی گزری اور غیر اہم تھی کہ وہ خود اسے عیدی دینے کے بجائے رکھ کر گیا تھا۔ وہ سب سے عید مل کر عیدی دے کر آیا تھا۔ اسے منہ سے ایک بار بھی عید مبارک نہیں کہا اور کہا کہ عیدی رکھ دی تھی۔ انبساط کے آنسو گالوں پہ لڑھکے تھے۔

"آپ اپنی عیدی اپنے پاس ہی رکھیں۔ آپ نے مجھے عید کی مبارک تک نہیں دی اور نہ عید ملے بھلا ایسے عیدی دیتے ہیں۔ آپ کو اپنی ہی باتیں بھول گئی ہیں لیکن مجھے یاد ہے سب کچھ۔" اس نے خود پہ قابو پانے کی بہت کوشش کی تھی لیکن ناکام ہوئی تھی۔

"تو پھر تم ہی بتا دو جو مجھے بھول گیا ہے تو۔" جرار اس کے پاس کھڑا تھا۔ اس نے دائیں ہاتھ سے آنسو صاف کیے۔ سرخ غصیلی آنکھوں سے اسے دیکھا اور پھر اس کے کندھے پہ بڑے زور سے ناخن مارے۔ اسے دھکا دینے کی کوشش کی اور ناکام ہونے پہ ایک بار پھر اس کی طرف ہاتھ بڑھایا تو اس نے انبساط کے دونوں ہاتھ پکڑ لیے۔

"یہ تو فاؤل ہے۔ ایسی صورت میں تم اس پر بے ایمانی کرتے۔ لیکن میں نے تو بے ایمانی کی ہی نہیں ہے۔ ایسی عید کا تو میں نے تصور بھی نہیں کیا تھا کہ تم پیار سے عید ملنے کے بجائے خونخوار حرکتیں کرو۔" وہ بہت سنجیدہ تھا۔

"اچھا نا غلطی ہو گئی ہے مجھ سے اب تو میں عید مبارک کہہ رہی ہوں نا۔"

"تم نے ایسے تو نہیں کہا تھا۔" جرار نے شرارت چھپا کر اس کی آنکھوں میں جھانکا۔

شدت قرب کا یہ دل بھی تمنائی ہو
پھر چاہت کی تجدید کریں
تم آؤ تو ہم بھی عید کریں

وہ شرارت سے گنگنایا تو انبساط شرمندہ ہو گئی گویا رات اس نے کارڈ پہ لکھی نظم پڑھ لی تھی۔ خود آگے بڑھنا مشکل تو تھا لیکن ناممکن نہیں۔

"آپ کو بہت بہت عید مبارک ہو۔" جرار کے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیے وہ پرانی انبساط لگ رہی تھی۔

"خیر مبارک جی۔" جرار نے اسے خود سے قریب کر لیا تھا۔

"لیکن تم نے تو کچھ اور ہی کہا تھا کہ پہلی عید ایسی ہو گی ویسی ہو گی۔" وہ اسے یاد کروا رہا تھا۔ جرار نے اسے مزید شرمندہ کرنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ اس کی اعلیٰ ظرفی نے انبساط کا دل جیت لیا تھا۔

اس نے جرار کو جو کچھ کہا تھا اب اس پہ عمل کرنا مشکل نہیں تھا کیونکہ جرار جیسے محبت کی قدر کرنے والے شخص کو ہی تو محبت دی جا سکتی تھی۔ اس کے حصار میں سمٹتے ہوئے اب وہ اسے کسی بے ایمانی کا تصور بھی نہیں کر سکتی تھی۔ پہلی عید اور پہلی محبت کے خوبصورت جذبے کو اس نے ہمیشہ سنبھال کر دل کے نہاں خانے میں رکھنا تھا۔ جرار اب صرف اس کا شوہر ہی نہیں بلکہ محبوب بھی تھا اور محبوب چیزوں کی تو قدر ہی کی جاتی ہے۔

اب جرار کے سنگ اس خوبصورت عید کو اس کے دکھائے گئے خواب کے مطابق منانا ایسا بھی مشکل نہیں تھا۔

☆ ☆

www.paksociety.com